COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

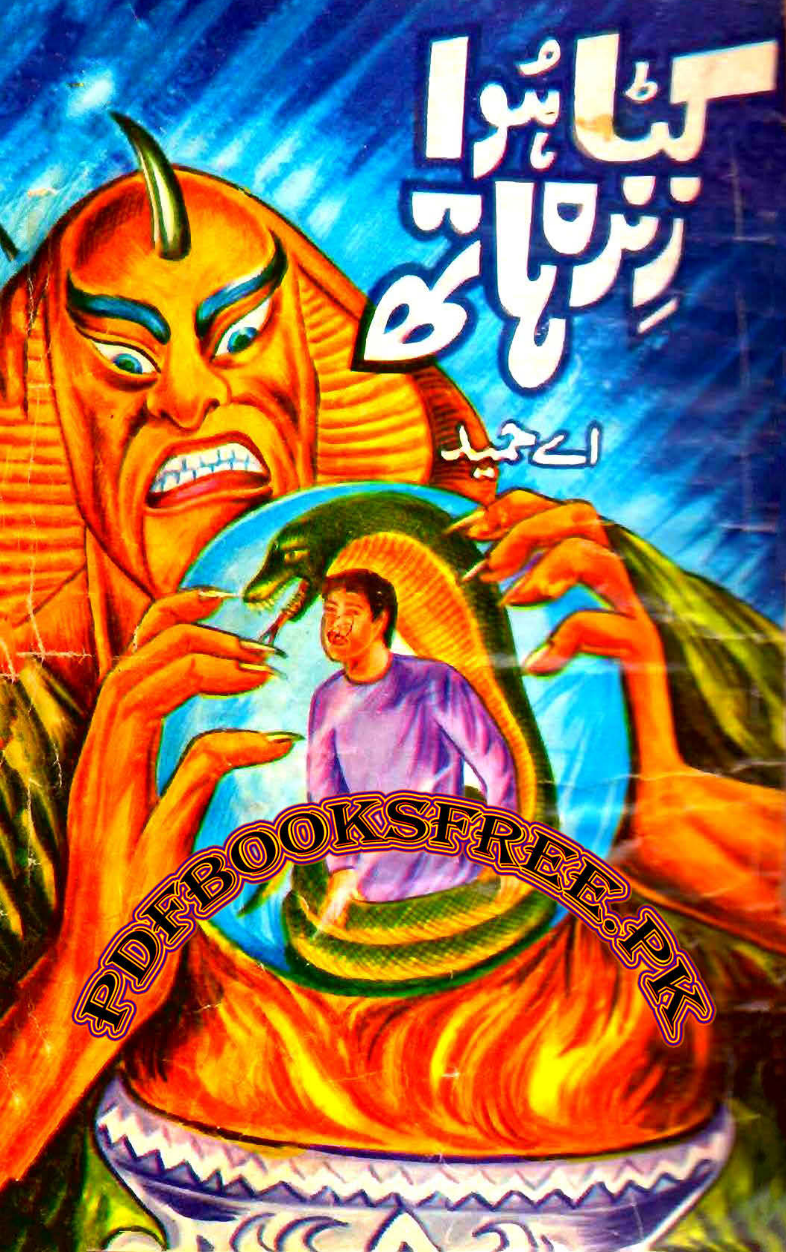

PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PDFBOOKSFREE.PK

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

کٹا ہوا زندہ ہاتھ

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیارے دوستو!

ناگ، عنبر، ماریا کو آپ جس دلچسپی اور ذوق شوق سے پڑھ رہے ہیں اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ مجھے جو خلوص بھرے خط لکھتے ہیں، میں ان کا پابندی سے جواب دیتا ہوں۔

پچھلی قسط میں آپ نے پڑھا تھا کہ عنبر، ملکہ جل پری کی بیٹی کو جادوگرنی کی قید سے آزاد کرانے کے لئے روانہ ہوتا ہے کہ راستے میں اسے ہیروں کے ساتھ لعل بہتے نظر آتے ہیں۔ یہ لعل کہاں سے آ رہے تھے عنبر یہ جاننے آگے بڑھتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ آپ جلدی سے صفحہ الٹ کر خود پڑھیں تو زیادہ لطف آئے گا۔

خدا حافظ

اے حمید

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قیمت : چھ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اوّل :
تعداد : دو ہزار

نیا مکتبہ اقتباس : ۳۰۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
مطبع : [illegible]

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

○ مقدس مندر
○ مگرمچھ جادوگر
○ ماریا کی تلاش
○ پنڈت کی شامت
○ فرعون کا خزانہ
○ کٹا ہوا زندہ ہاتھ
○ فرعون کا انتقام
○ آتشی بلی
○ پھپھے کٹنی

مقدس مندر

پُراسرار عمل نجانے کہاں سے بہتے آرہے تھے۔

عنبر ان کے ساتھ تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ رنگین مچھلیاں اس کے پاس سے گذر رہی تھیں۔ سمندر کی تہہ میں جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں اور پتھر پڑے تھے۔ جن کے ساتھ اسفنج کے بڑے بڑے ٹکڑے، مونگے اور سیپیاں بکھری پڑی تھیں۔ عنبر ان کے ساتھ تیرتا ہوا جھاگ اگلتے ایک خوف ناک بھنور کے پاس پہنچ گیا۔ پانی چکی کے پاٹوں کی مانند بڑی تیزی سے چکر کاٹ رہا تھا۔ جو چیز اس بھنور کی زد میں آجاتی تباہ ہو جاتی۔

عنبر کو اس بھنور سے گذر کر جادوگرنی کے علاقے میں پہنچنا تھا۔ عنبر نے بھنور میں چھلانگ لگا دی۔ پانی کا شدید دباؤ تھا۔ عنبر کو یوں لگا جیسے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پانی اسے دبا کر نیچے لئے جا رہا تھا۔ عنبر نے پورا زور لگایا کہ اُبھر کر سطح پر آسکے مگر پانی کے دباؤ کے آگے اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا بس نہ چلا پھر خود ہی پانی نے اسے باہر اچھال دیا۔
عنبر بھنور کے دوسری طرف آ چکا تھا۔
یہاں چاروں طرف انوکھے درخت اور جھاڑیاں نظر آ رہی
تھیں جن کے درمیان میں ایک گول عمارت تھی۔ ہر درخت سو
سروں والے سانپ کی طرح سمندر کی تہہ سے چھوٹا ہوا تھا
اس کی ہر شاخ جڑ سے اوپر تک بری طرح ہل رہی تھی کسی
خوف ناک چڑیل کے بالوں کی طرح سیاہ اور گندی شاخیں
چاروں طرف پانی میں پھیل اور سکڑ رہی تھیں۔ ان عجیب
درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان میں ایک راستہ تھا جو گول
عمارت تک جاتا تھا۔ پراسرار لعل اس راستے سے بہتے ہوئے
آتے اور عنبر کے پاس سے گزر جاتے۔
عنبر جھاڑیوں کی طرف بڑھا۔ جھاڑیاں یکدم پھیل کر عنبر کی
طرف لپکیں اور اس کے جسم کے گرد پتلی رسیوں کی مانند لپٹ
گئیں۔ عنبر نے پوری طاقت سے جھٹکا دیا اور ان جھاڑیوں کو
توڑ دیا۔ جھاڑیوں سے سرخ رنگ کا خون نکلا۔ جیسے کسی
انسان کو مارا گیا ہو۔ وہ خود بخود سر جھکا کر سکڑ گئیں۔ عنبر
آگے بڑھا۔ اس نے دیکھا ہر درخت اور جھاڑی میں
کوئی نہ کوئی چیز پھنسی ہوئی ہے۔ کئی انسانوں کے دانت
نکالے سفید ڈھانچے درختوں کی شاخوں میں پھنسے ہوئے تھے

یہ وہ بدنصیب تھے جو کسی جہاز کے ڈوب جانے سے مر گئے
اور ان کی لاشیں ان خونی درختوں میں پھنس گئیں۔
وہ پوری تیزی سے تیرتا ہوا ان درختوں کے درمیان سے
گزر گیا۔ اب عنبر کے سامنے گول عمارت کا دروازہ تھا۔ دروازہ بند
تھا۔ اس کے اوپر پانی میں ایک خوبصورت جل پری کا کٹا ہوا سر
لٹک رہا تھا۔ اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔
اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور یہ آنسو آنکھ سے
نکلتے ہی سرخ لعل بن جاتے۔ جل پری کے چہرے پر موت کی زردی
نہیں تھی۔ اس کی کٹی ہوئی گردن سے خون نکل رہا تھا۔
اس کے ہونٹ بند تھے اور چہرے پر اداسی چھائی ہوئی
تھی۔ اس نے عنبر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور
بدستور آنسو بہاتی رہی۔ عنبر نے کہا۔
"اے جل پری۔ کیا تم ملکہ پری کی بیٹی ہو؟"
کوئی جواب نہ ملا۔ جل پری کے ہونٹ کانپے ایک ٹھنڈی
آہ عنبر کے جسم کو چھو کر گزرتی چلی گئی۔ اور ہونٹ پھر ایک
دوسرے میں پیوست ہو گئے۔
عنبر نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ عنبر
دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ ہاتھ لگتے ہی کھل گیا۔ عنبر گول
عمارت میں داخل ہو گیا۔ سمندر میں ہونے کے باوجود عمارت کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اندر خشکی تھی۔ عنبر کو یوں لگا جیسے وہ زمین پر کسی عمارت میں ہے۔ سامنے ایک ڈیوڑھی نظر آ رہی تھی۔ اس ڈیوڑھی سے گزر کر عنبر ایک کمرے میں پہنچا۔

کمرے میں کوئی نہ تھا۔ عنبر نے چھت کی طرف نظر اٹھائی تو اسے جل پری کا بغیر سر کا دھڑ فضا میں معلق نظر آیا۔ جل پری کا دھڑ جادو کے زور سے کسی سہارے کے بغیر ہوا میں لٹکا ہوا تھا۔ عنبر نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ جل پری کا دھڑ سانس لے رہا ہے۔ کمرے کے ایک کونے میں گہرا کنواں تھا۔ جس پر ایک موٹا شہتیر پڑا تھا۔

لکڑی کے اس شہتیر سے ایک مضبوط رسا بندھا ہوا تھا۔ جو کنوئیں میں لٹک رہا تھا۔ عنبر نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا۔ گہری تاریکی تھی۔ عنبر کو جادوگرنی کی تلاش تھی اس نے رسہ تھاما اور کنوئیں میں اُترنے لگا۔

اب ہم جادوگرنی کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے ـــــ جل پری کو قابو کرنے کے بعد جادوگرنی بڑی خوش تھی۔ اسے سمندری جادوگروں کے سردار مگرمچھ جادوگر نے بتایا تھا کہ اگر وہ کسی شہزادی جل پری کو قابو کر کے سمندری مندر میں اُگے کالے درخت تلے بیٹھ کر منتر پڑھے۔ تو اس کا جادو سمندر کے علاوہ زمین

پر بھی چلنے لگے گا۔

اس وقت جادوگرنی سمندری مندر کی طرف جا رہی تھی خفیہ سرنگ کے راستے وہ کھلے سمندر میں آ گئی تھی اور سمندری مندر کی طرف تیر رہی تھی۔ اس کے خوفناک چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ اس کی ایک آنکھ بیٹھی ہوئی اور ایک آنکھ کا ڈیلا باہر کو لٹک رہا تھا۔ کالے رنگ کے لمبے دانت منہ سے نکلے ہوئے تھے۔ مچھلیاں اس کے دائیں بائیں گزر رہی تھیں۔ کبھی زیبرے ایسی لکیروں والی مچھلیوں کا غول اس کے نزدیک سے گزرتا تو کبھی سنہری مچھلیاں اپنی ننھی منی دُمیں ہلاتیں پاس سے گزر جاتیں اور کبھی کوئی خوفناک شارک مچھلی اپنا بھیانک منہ پھاڑے جادوگرنی کو سلام کر کے آگے بڑھ جاتی۔

ایک سمندری ڈھلان سے اُتر کر جادوگرنی آگے بڑھی تو اسے پانی کی لہروں میں کالا سمندری ناگ نظر آیا جو تیرتا ہوا ادھر ہی آ رہا تھا۔ جوں ہی وہ قریب آیا جادوگرنی نے جھپٹا مار کر اسے پکڑ لیا اور کچر کچر کر کے اسے کھا گئی۔ کچھ ہی دیر بعد جادوگرنی سمندری مندر کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ یہاں کا پانی گہرے نیلے رنگ کا تھا۔ سمندر یہاں بڑا پُرسکون تھا۔ کوئی سمندری لہر نہیں اُٹھ رہی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سامنے ہی چار بڑے مگرمچھ اپنے لمبوترے منہ کھولے کھڑے تھے۔ وہ خونخوار دانت نکالے کھا جانے والی نظروں سے جادوگرنی کو گھور رہے تھے۔ جادوگرنی نے جلدی سے کہا:۔

"اے مقدس مگرمچھو! میں سمندر کے عظیم مگرمچھ جادوگر کی پجارن ہوں مجھے سمندری مندر تک جانے کا راستہ دو۔"

جادوگرنی کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ پانی کا بلبلہ بن کر مگرمچھوں سے ٹکرایا اور انہوں نے جادوگرنی کی بات سمجھ لی۔ سب سے آگے والے مگرمچھ نے اپنا منہ کھولا اور کہا:۔

"ہم تمہیں مقدس مندر تک جانے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کیا تم ہماری بھینٹ لائی ہو۔"

"ہاں" جادوگرنی نے جلدی سے کہا۔ "میں یہ کس طرح بھول سکتی ہوں۔" یہ کہہ کر جادوگرنی نے اپنے لباس میں سے ایک پوٹلی نکالی۔ اس پوٹلی میں کچھوؤں کے انڈے تھے۔ مگرمچھ انڈے توڑ کر پی گئے اور ایک طرف ہٹ گئے۔ جادوگرنی ان کے درمیان سے ہو کر آگے چلی گئی۔ سمندری مندر کالے پتھر سے بنا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف گھنٹے لگے ہوئے تھے۔ جو خودبخود ہل اور بج رہے تھے۔ سمندری مندر کے دروازے پر چار سروں والا ایک خوفناک اژدہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہر پھن پر سفید دھبے پڑے ہوئے تھے۔ ہر منہ سے سرخ دوشاخی زبان یوں لپلپا رہی

تھی جیسے کالی گھٹاؤں میں بجلی لپکتی ہے۔ اس کی زوردار پھنکاروں سے ماحول گونج رہا تھا۔

جادوگرنی کو دیکھتے ہی اژدہا تڑپ کر سیدھا ہو گیا۔ جادوگرنی فوراً جھک گئی اور بولی:۔

"مندر کے مقدس محافظ۔ مجھے اندر جانے کی اجازت دے۔ میں مگرمچھ جادوگر کی پجارن ہوں اور تیرے لئے بھینٹ لائی ہوں۔"

اژدہے کے تمام پھن یک لخت سکڑ گئے۔ اس نے کنڈلی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "لا کدھر ہے میری بھینٹ"

جادوگرنی نے جھٹ لباس سے دوسری پوٹلی نکالی اس میں مینڈک بند تھے۔ جو پھدک رہے تھے۔ ان مینڈکوں کی تعداد چار تھی جادوگرنی نے ایک مینڈک نکال کر اسے چوما اور اژدہے کی طرف اچھال دیا۔ اژدہے نے پھرتی سے اپنے ایک منہ میں مینڈک کو دبوچ لیا اور نگل گیا۔ اسی طرح اژدہے کے چاروں منہ باری باری ایک ایک مینڈک کھا گئے۔

اژدہے نے مندر کا دروازہ کھول دیا اور جادوگرنی مندر میں داخل ہو گئی۔ مندر کی فضا بڑی پُراسرار تھی۔ دیواروں کے ساتھ جل پریوں کے ڈھانچے لٹک رہے تھے۔ کئی ڈھانچے ٹوٹے پھوٹے ہوئے تھے۔ جادوگرنی دالان سے ہو کر بڑے صحن میں آ گئی یہاں ایک عجیب و غریب درخت اُگا ہوا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس درخت کا تنا موٹے کالے سانپ کا تھا۔ شاخیں مگرمچھوں کی شکل کی تھیں۔ اور پتوں کی جگہ مچھلیاں لٹک رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی سنہری مچھلیاں، ان مچھلیوں کے منہ کھلے ہوئے تھے اور ان میں سے کالے رنگ کے قطرے نیچے گر رہے تھے۔ یہ قطرے نیچے گرتے ہی کالے رنگ کے پتھر بن جاتے تھے۔ یہی وہ درخت تھا جس کے نیچے بیٹھ کر جادوگرنی نے منتر پڑھنا تھا۔

جادوگرنی ایک مچھلی کے نیچے منہ کھول کر کھڑی ہو گئی اور کالے رنگ کے قطرے اپنے حلق میں اتارنے لگی۔ اس کے بعد اُس نے اپنے جھولے سے دو انسانی ہڈیاں اور مردہ مگرمچھ کی کھوپڑی نکال کر سامنے رکھی اور درخت کے نیچے بیٹھ کر ہڈیاں مگرمچھ کی کھوپڑی پر مارتے ہوئے منتر پڑھنے لگی۔

جادوگرنی کو منتر پڑھتا چھوڑ کر ہم اپنے ہیرو عنبر کے پاس چلتے ہیں۔

کنواں بہت گہرا تھا۔ عنبر رسہ تھامے نیچے پھسلتا رہا۔ کئی منٹ کے بعد بالآخر عنبر کے پاؤں پتھریلے اور کھردرے فرش سے چھو گئے یہاں بڑی ٹھنڈ تھی۔ ایسی سرد، خاموش اور دہشت ناک جگہ عنبر نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ہر طرف گھپ اندھیرا اور موت کا سا سکوت چھایا ہوا تھا۔ عنبر اپنی تاریکی طاقت سے کام لیتا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

کنوئیں کی ایک دیوار میں دروازہ بنا ہوا تھا۔ عنبر اس میں داخل ہو گیا۔ اب وہ ایک ایسی تنگ سرنگ سے گزر رہا تھا جس کی چھت صرف چند فٹ اونچی تھی۔ عنبر کو اس سرنگ میں جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا گیا۔ سرنگ کھلی ہوتی گئی۔ چلتے چلتے عنبر کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔

ٹھوکر لگنے سے وہ چیز لڑھکتی ہوئی کچھ آگے جا کر رک گئی۔ عنبر نے جھک کر دیکھا۔ یہ ایک انسانی کھوپڑی تھی۔ پرانی کھوپڑی جو ٹھوکر کے بعد کئی جگہ سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ عنبر نے کھوپڑی اٹھا کر ایک طرف رکھ دی اور آگے بڑھا ہی تھا کہ سرنگ ایک لرزہ خیز چیخ سے گونج اٹھی۔ عنبر چونک اٹھا۔

چیخ کے ساتھ ہی دھم دھم دھم کی بھیانک آواز سنائی دی کوئی بھاگتا ہوا ادھر آ رہا تھا۔ قدموں کی دھمک سے زمین لرز رہی تھی۔ ساتھ ہی چیخوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرنگ کے موڑ سے ایک ہیبت ناک شکل والی بھتنی نمودار ہوئی۔ یہ سمندری بھتنی تھی جسے جادوگرنی نے خفیہ سرنگ کی حفاظت کے لئے رکھا ہوا تھا۔

عنبر کو دیکھتے ہی بھتنی نے خون منجمد کر دینے والی ہولناک چیخ ماری۔ بھتنی کی شکل اتنی خوف ناک تھی کہ عنبر کو یوں لگا جیسے جہنم سے کوئی عفریت نکل کر اس کے سامنے آ گیا ہے۔ بھتنی کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سر پر دو سینگ تھے۔ جن سے دو سرخ سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ اس کی پیالی ایسی سرخ آنکھوں میں سے شعلے خارج ہو رہے تھے۔ بھتنی کے سیاہ جسم کے اندر سرخ رنگ کا دل عنبر کو دھڑکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ دھک۔ دھک۔ دھک۔ کی خاصی اونچی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ بھتنی کی پیالیوں ایسی آنکھوں کے ڈیلے مسلسل گردش کر رہے تھے۔ غالباً وہ یہ سوچ رہی تھی کہ سمندر کے نیچے ایک انسان کس طرح آ گیا اور ابھی تک زندہ کیونکر ہے۔

بھتنی کے دونوں ہاتھوں کے ناخن خنجروں ایسے تھے۔ اس نے چیخ مار کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے کوئی حرکت نہ کی۔ غراتی ہوئی بھتنی نے پوری طاقت سے عنبر کے پیٹ میں اپنے ناخن مارے مگر یہ کیا۔ ناخن عنبر کے پیٹ میں گھس جانے کی بجائے ٹوٹ گئے تھے۔ درد سے بے حال ہو کر بھتنی نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر مارے اور دانت نکال کر آگے بڑھی۔ اسی وقت عنبر نے اپنی ساری طاقت استعمال میں لا کر ایک زبردست مکا بھتنی کے جبڑے پر مارا۔ بھتنی کا جبڑا ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔

سرنگ میں گویا چیخوں کا طوفان آ گیا۔ بھتنی بری طرح عنبر کو نوچ کھسوٹ رہی تھی۔ عنبر نے بھتنی کے دل کا نشانہ لے کر وہاں مکا مارا۔ اس کی بند مٹھی بھتنی کی پسلیاں توڑتی ہوئی سیدھی دل پر لگی۔ بھتنی کا دل پھٹ گیا۔ عنبر نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا

کر زمین پر دے مارا اور گردن پر پاؤں رکھ کر زور ڈالنے لگا۔

بھتنی چیخیں مارتی تڑپ رہی تھی۔ اس کے دل سے بدبودار سرخ خون بہہ رہا تھا۔ پھر اس کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور وہ مر گئی۔ عنبر نے بھتنی کی لاش کو وہیں چھوڑا اور پھر سے سرنگ میں چلنا شروع کر دیا۔ شیطان کی آنت ایسی اس لمبی سرنگ کا اختتام ایک دروازے پر ہوا۔

عنبر نے دروازہ کھولنا چاہا تو ٹھک کی آواز کے ساتھ دروازے کے ساتھ والی دیوار پھٹی اور ایک نوکیلا بھالا بجلی کی سرعت کے ساتھ نکل کر عنبر کے سینے سے ٹکرایا۔ عنبر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بھالا اس کے جسم سے گزر جاتا۔ مگر وہ لافانی طاقتوں کا مالک عنبر تھا۔ بھالا ٹوٹ گیا۔ جادوگرنی بلا کی عیار تھی۔ اس نے اپنے جادو سے یہ سسٹم بنا رکھا تھا کہ اس کے علاوہ جونہی کوئی دروازہ کھولنے لگتا۔ بھالا نکل کر اسے ختم کر دیتا۔

عنبر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اب وہ پھر کھلے سمندر میں تھا۔ وہ جادوگرنی کو تلاش کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اچانک سامنے سے ایک رے مچھلی آتی دکھائی دی۔ اس مچھلی میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس میں سے روشنی کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ اگر اسے چھوا جائے تو ایسا زبردست کرنٹ پڑتا ہے کہ بعض اوقات انسان مر جاتا ہے۔ رے مچھلی عنبر کے پاس سے

گزر گئی۔

عنبر سمندر میں تیرتا ہوا سمندری ڈھلان تک پہنچ گیا۔ جس کے دوسری طرف سے سمندری مندر کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔

سمندری ڈھلان میں بکثرت آبی پودے اُگے ہوئے تھے۔ سفید اور خاکی رنگ کی چھتری نما پتوں والی جھاڑیاں تھیں۔ جن میں رنگ برنگی ننھی منی مچھلیاں رقص کرتی پھر رہی تھیں۔ عنبر کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے نیلے رنگ کی عینک لگا رکھی ہے۔

وہ ڈھلان کی دوسری طرف پہنچا تو چاروں مگرمچھ اس پر جھپٹ پڑے۔ انسانی خون کی خوشبو نے انہیں بے چین کر دیا تھا۔ اس کے لمبے دانت پانی میں صاف نظر آ رہے تھے۔ سب سے اگلے مگرمچھ نے عنبر کی ٹانگ کو اپنے منہ میں جکڑ لیا۔ مگرمچھ کو یوں لگا جیسے کوئی پتھر اس کے منہ میں ہے۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے مگرمچھ کی آنکھ پر گھونسہ مارا۔ مگرمچھ بُری طرح تڑپا۔ اس نے عنبر کی ٹانگ چھوڑ دی۔ اور پانی میں بیٹھتا چلا گیا۔

دوسرا مگرمچھ اپنا لمبوترا بھیانک منہ کھول کر حملہ کرنے آگے بڑھا تو عنبر نے غوطہ لگا کر اس کے پیٹ کے نچلے نرم

سے پر دونوں ہاتھوں سے ضرب لگائی۔ مگرمچھ نے اپنی دم گھما کر اسے ماری۔ عنبر نے اس کی دم دبوچ لی اور پانی میں دو تین چکر دے کر سمندری ڈھلان پر دے مارا۔ مگرمچھ وہیں تڑپ کر مر گیا۔

باقی دونوں مگرمچھوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ عنبر آگے بڑھا تو اس کو اب سمندری مندر کے گھنٹے بجنے کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ عنبر آواز کی طرف چل پڑا۔ آواز بڑی مدہم تھی۔

آئیے اب ذرا جادوگرنی کے پاس چلیں۔

وہ کالے درخت کے نیچے بیٹھی اپنا منتر پڑھ رہی تھی۔ اچانک درخت کی ایک مچھلی ہنسی۔ دوسری نے پوچھا:۔

"اے بہن ۔ تمہیں کیا ہُوا تھا۔ یہ تم ہنس کیوں رہی تھیں؟" پہلی مچھلی نے کہا۔

"مجھے اس احمق جادوگرنی پر ہنسی آ رہی ہے۔ یہ یہاں بیٹھی منتر پڑھ رہی ہے اور اُدھر ایک انسان اس کا طلسم تباہ کرنے اور خونی مگرچھوں کو ہلاک کرنے کے بعد مندر کی طرف آ رہا ہے۔ وہ اس جادوگرنی کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

جادوگرنی کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ اس نے منتر پڑھنا بند کر دیا اور اپنے کان مچھلیوں کی طرف لگا دیئے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مچھلیوں کے بولنے سے پانی میں بُلبلے بنتے تھے اور یہ بُلبلے جب جادوگرنی کے کان سے ٹکراتے تو الفاظ بن جاتے تھے۔ دوسری مچھلی بولی:۔

"ہٹو۔ کیوں مذاق کرتی ہو۔ بھلا کوئی انسان پانی کے نیچے زندہ رہ سکتا ہے۔"

پہلی مچھلی نے کہا:۔

"میں مگرمچھ جادوگر کی خاص کنیز ہوں۔ مجھے ساری باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ انسان بڑا عجیب ہے اس کا مرنا بہت مشکل ہے۔ اچھا اب چُپ رہو۔"

مچھلیاں خاموش ہو گئیں۔ جادوگرنی فکرمند ہو گئی تھی۔ کہ کالے درخت کی طلسمی مچھلی جھوٹ نہیں بول سکتی۔

لیکن اگر وہ اپنا منتر ادھورا چھوڑ کر کالے درخت کے نیچے سے اُٹھتی تو اس پر مگرمچھ جادوگر کا عذاب نازل ہونا تھا۔ جادوگرنی نے ایک جادو پڑھ کر پھونکا تو زمین سے طلسمی پُتلا اُبھرا اس نے کہا۔

"کیا حکم ہے سمندری جادوگرنی؟"

جادوگرنی بولی۔

"اے طلسمی پُتلے۔ تو خون پینے والے جادوئی بن

مانس کے پاس جا اور اسے کہہ کہ میرا دشمن جو ایک انسان ہے۔ اور سمندر کی طرف آ رہا ہے اس کا خون پی جائے اور گوشت مچھلیوں کو ڈال دے جا چلا جا۔ جلدی کر۔"

طلسمی پُتلے نے گردن گھمائی اور زمین میں غرق ہو گیا۔ جادوگرنی دوبارہ منتر پڑھنے لگی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگرمچھ جادوگر

عنبر مقدس سمندری مندر کے دروازے تک پہنچ گیا۔

چار منہ والے اژدہے نے اسے دیکھا تو چاروں پھن پھیلا کر پھنکارنے لگا۔ عنبر کے کپڑے پانی میں بھیگ چکے تھے اس لئے ان سے ناگ کی مخصوص بو نہیں اُٹھ رہی تھی۔ اژدہا طیش میں آکر دُم کے بل کھڑا ہو چکا تھا۔ اور پھن لہراتا ہوا پھنکار رہا تھا۔ پھر اس نے لپک کر اپنے ایک منہ سے عنبر کے بازو پر ڈس لیا۔ اژدہا سمجھ رہا تھا کہ ابھی عنبر کے ناک منہ سے خون جاری ہو جائے گا اور وہ مر جائے گا مگر عنبر تو بڑے مزے سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اژدہے کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے غضب ناک حالت میں پھنکارتے ہوئے چاروں منہ سے باری باری عنبر کو ڈس لیا۔ لیکن کوئی اثر نہ دیکھ کر وہ عنبر کے جسم کے گرد رسی کی طرح لپٹ گیا اور دباتے ہوئے عنبر کی ہڈیاں توڑنے کی کوشش

کرنے لگا۔ تب عنبر نے سگنل کی خاموش زبان میں کہا۔

"اے اژدہا۔ تو مجھے کبھی نہیں مار سکے گا۔ تیرا زہر مجھ پر اثر نہیں کر سکتا۔ میں عنبر ہوں تمہارے دیوتا ناگ کا بھائی۔"

سگنل کی لہریں اژدہے کے دماغ سے ٹکرا کر الفاظ بن گئیں۔ اس کی گرفت یکدم ڈھیلی پڑ گئی۔ پھن سکڑ گئے اور وہ رینگتا ہوا عنبر کے جسم سے اُتر آیا۔ اس نے سر جھکاتے ہوئے سگنل دیا۔

"ناگ دیوتا کے عظیم بھائی۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں اس سمندر کے خطرناک مگرمچھ جادوگر کے قبضے میں ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"فکر مت کرو۔ میں اس جادوگر کے بچے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم یہ بتاؤ سمندری جادوگرنی کہاں ہے؟"

اژدہے نے جواب دیا۔

"جادوگرنی مندر کے اندر ہے۔ اور کسی خاص منتر کو پڑھ رہی ہے۔ وہ مگرمچھ جادوگر کی خاص پجارن ہے۔"

عنبر نے مندر کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اچانک زمین پھٹی اور ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خوفناک چہرے والا بن مانس اُبھر کر باہر نکل آیا۔ اُس نے منہ اٹھا کر چیخ ماری۔ پورا سمندری مندر کانپ اٹھا۔ یہ وہی جادوئی بن مانس تھا۔ جسے جادوگرنی نے بھیجا تھا۔

بن مانس نے عنبر کی طرف منہ کر کے زوردار پھونک ماری اس کی پھونک میں نہ جانے کیا اثر تھا کہ عنبر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ بن مانس نے اسے مٹھی میں دبوچ لیا۔ اور دھم دھم کر کے مندر کے ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گیا یہاں ایک لمبی پتھر کی میز پڑی ہوئی تھی۔ بن مانس نے عنبر کو اس میز پر لٹا دیا اور خود کمرے سے نکل گیا۔

جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک فٹ لمبی لوہے کی میخ اور وزنی ہتھوڑا تھا۔ بن مانس عنبر کے جسم میں کیل ٹھونک کر اس کا سارا خون پی جانا چاہتا تھا۔ لوہے کی میخ خاص قسم کی تھی۔ اس میں ایک سوراخ تھا۔ اس سوراخ کے راستے بن مانس خون پیتا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ اسٹرا سے بوتل پی ۔تے ہیں۔

بن مانس نے اپنے لمبے دانت نکال کر خوشی سے چیخ ماری بن مانس بہت خوش تھا کہ اسے انسانی خون پینے کو مل رہا تھا۔ اُس نے کیل عنبر کے جسم پر رکھی اور پوری طاقت سے ہتھوڑا کیل پر مارا۔ کیل عنبر کے سینے میں جانے کی بجائے اوپر

ے ہی پھسل کر بن مانس کی ہتھیلی میں لگ گئی۔ بن مانس نے اتنی بھیانک چیخ ماری کہ ہر شے لرز اُٹھی۔

اس کی ہتھیلی سے لہو بہنے لگا تھا۔ اب تو بن مانس کو غصہ آ گیا اس نے پوری طاقت سے کیل ٹھونکنا چاہی۔ عنبر کی جگہ کوئی عام انسان ہوتا تو کیل نہ صرف اس کے جسم کے آر پار ہو جاتی بلکہ پتھر کی میز میں دھنس جاتی۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا تھا۔ میخ ٹیڑھی ہو گئی تھی۔

بن مانس کی آنکھیں عنبر پر جمی رہ گئیں۔ اس کی موٹی عقل میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ آخر یہ انسان کیسا ہے۔ جلد ہی بن مانس پر حیوانی طاقت غالب آ گئی۔ اسس نے عنبر کو اٹھا کر دیوار سے دے مارا — عنبر کو کچھ نہ ہوا تو ۔۔ مانس باؤلا ہو گیا اس نے عنبر کو زمین پر ڈال کر اسس پر کودنا شروع کر دیا۔ اگر کوئی پتھریلی چٹان ہوتی تو وہ ٹوٹ پھوٹ جاتی اب تو بن مانس کے دل پر دہشت طاری ہونے لگی۔ اُس نے اپنے سارے حربے آزما ڈالے تھے مگر نتیجہ صفر نکلا تھا۔

ادھر عنبر کو ہوش آ رہا تھا۔ وہ اُٹھ بیٹھا۔ بن مانس چیخ مار کر پھر اس پر حملہ آور ہوا اور اسے اٹھا کر سر پر گھمانے کے بعد دیوار سے دے مارا۔ زور دار دھماکہ ہوا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیوار تھرتھرا کر رہ گئی۔ عنبر اٹھ کر بڑے مزے سے مسکرانے لگا۔ بن مانس نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا تو عنبر نے اس کے دل کے مقام پر طاقت ور مُکّا مارا۔

بن مانس کا دل پھٹ گیا اور وہ چیخیں مارتا ختم ہو گیا۔ عنبر کمرے سے نکل کر جادوگرنی کو تلاش کرنے لگا۔

اُدھر جادوگرنی کالے درخت کے نیچے بیٹھی منتر پڑھ رہی تھی۔ بن مانس کی چیخوں سے وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ انسان کا خون پی رہا ہے اور خوشی سے چیخیں مار رہا ہے۔ اسی وقت درخت کی طلسمی مچھلی ہنسی اور بولی۔

"یہ جادوگرنی بے وقوف ہے۔ سمجھ رہی ہے کہ بن مانس نے اس انسان کو مار ڈالا ہے۔ حالانکہ اس کے برعکس ہوا ہے اور اس کا جادوئی بن مانس مر چکا ہے۔ اب وہ انسان اس کو تلاش کرتا ہوا اِدھر آ رہا ہے۔"

دوسری مچھلی نے کہا۔

"کیا وہ انسان جادوگرنی کو مارنے میں کامیاب ہو جائیگا" طلسمی مچھلی کہنے لگی۔

"ہاں۔ اب جادوگرنی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ یہ زندہ نہ بچ سکے گی۔"

جادوگرنی نے مچھلیوں کی گفتگو سُنی تو اس کے ہاتھ پاؤں

پھسل گئے۔ اس کا باہر نکلا ہوا ڈیلا تیزی سے گھومنے لگا۔ اُسے اپنے جادوئی بن مانس پر بڑا مان تھا مگر وہ بھی مارا جا چکا تھا۔ جادوگرنی کھڑی ہو گئی اس نے طلسمی مچھلی پر پھونک ماری اور چلائی۔

"اے مگرمچھ جادوگر۔ تیری پجارن خطرے میں پھنس گئی ہے اس کی مدد کے لئے آ۔"

مگرمچھ جادوگر اس وقت سمندر کی تیسری تہہ میں بیٹھا جادو تیار کر رہا تھا۔ کہ اس نے جادوگرنی کی پکار سنی تو جادو تیار کرنا بند کر دیا۔ اس کا اوپر کا دھڑ انسانوں جیسا اور نچلا دھڑ مگرمچھ ایسا تھا۔ شکل انتہائی خوفناک تھی اور سر پر ایک سیدھا سینگ اُگا ہوا تھا۔ جس سے سنہری کالا ناگ لپٹا ہوا تھا۔ مگرمچھ جادوگر نے اپنی جیب میں سے ایک شیشہ نکالا۔ یہ سمندر کے مہا جادوگر کا شیشہ تھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ اس سے جو بھی پوچھا جائے اس کا صحیح جواب شیشے پر خود بخود اُبھر آتا تھا۔ مگرمچھ جادوگر کی عادت تھی کہ وہ ہر کام کرنے سے پہلے جادوئی شیشے سے پوچھ لیتا تھا۔ اس نے شیشے کو سامنے رکھ کر کہا۔

"اگڑ بگڑ بمبے بو۔۔۔ اسّی نوے پورا سو۔۔۔ اے جادو کے شیشے بتلا۔ میری پجارن کس خطرے میں ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جادوئی شیشے پر الفاظ ابھرنے لگے۔

" وہ ایک انسان عنبر کے ہاتھوں ماری جانے والی ہے اور تو اسے ہرگز نہ بچا سکے گا۔"

مگر مچھ جادوگر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے دوبارہ شیشے کی عبارت پڑھی پھر اچھل کر چنگھاڑا۔

" اکڑ بکڑ بمبے بو۔۔۔ اسّی نوے پورا سو۔۔۔ اے شیشے انسان سمندر میں کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ تو فو مرجاتا ہے۔"

جادوئی شیشہ زور سے لرزا۔ اس پر تھرتھراتے الفا نمودار ہونے شروع ہوئے۔

" اوہ بدبخت جادوگر۔ تو کیا یہ سمجھتا ہے کہ میں جھو بولتا ہوں۔ وہ ایک انسان ہے جس پر موت حرام ہے اگر تو اس کے مقابلے کے لئے جائے گا تو مارا جائے گا"

مگر مچھ جادوگر نے فوراً شیشے کو سجدہ کرتے ہوئے کہا۔

" اکڑ بکڑ بمبے بو۔۔۔ اسّی نوے پورا سو۔۔۔ اے جادوئی شیشے میری کیا مجال کہ تجھے جھوٹا سمجھوں۔ میں تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

جادوئی شیشے پر عبارت ابھری۔

تو بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ تیرا سمندری مندر اس انسان کے تباہ ہو جائے گا۔"

مگر مچھ جادوگر کہنے لگا۔

"کیا میں اس انسان سے اپنی تباہی کا انتقام لے گا۔؟"

جادوئی شیشے نے جواب دیا۔

"بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر تو انتقام چاہتا ہے تو تجھے شیطانی جانا ہو گا۔ جہاں ان دنوں چڑیلوں کی ملکہ شیطانِ اعظم کی تمام طاقتیں حاصل کرنے کے لئے جاپ کر رہی بدی کی طاقتیں لے کر عنبر، ناگ اور ماریا سے چاہتی ہے۔ اس کا پہلے بھی عنبر سے مقابلہ اور شکست کھانے کے بعد چڑیلوں کی ملکہ نے تھا کہ وہ بدی کی طاقتیں لے کر آئے گی اور انتقام لے گی۔ تو بھی چڑیلوں کی ملکہ سے مل اس کا ساتھی بن۔"

مگر مچھ جادوگر نے اپنی دم کو پانی میں مارتے ہوئے

بمبے بو۔۔۔ اسّی نوے پورا سو۔ میں چڑیلوں کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ملکہ سے ضرور ملوں گا لیکن اے مقدّس شیشے۔ یہ م
اور ناگ کون ہیں ۔؟"

جادوئی شیشے پر الفاظ ابھرے۔

"عنبر کی منہ بولی بہن ماریا اور بھائی ناگ ہے۔ یہ
بھی پُر اسرار طاقتیں رکھتے ہیں۔ ماریا کسی کو نظر نہ
آ سکتی۔ اور ناگ ایک ایسا سانپ ہے جو جب چا
انسان اور جانور کا روپ دھار سکتا ہے۔"

مگر مچھ جادوگر چنگھاڑا۔

"میں ان تینوں سے بڑا بھیانک انتقام لوں گا۔ اے
شیشے بتا کیا میں انہیں چڑیلوں کی ملکہ کے ساتھ مل کر
ڈالوں گا؟"

جادوئی شیشے پر الفاظ نمودار ہوئے۔

"یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔ بس اب مجھ سے
سوال مت کرنا۔"

مگر مچھ جادوگر نے شیشہ اٹھا کر جیب میں رکھا
اسی وقت شیطانی جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ چڑ
کی ملکہ سے مل سکے۔

اب ہم عنبر کے پاس آتے ہیں۔ جادوگرنی کو تلاش
عنبر دالان سے ہو کر بڑے صحن میں آگیا۔ یہاں کالا د

تھا۔ جس کے نیچے جادوگرنی کھڑی تھی۔ عنبر کو دیکھ
س نے بڑے بھیانک انداز میں چیخ ماری۔ اس کے
ے ہوئے ڈیلے سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ اس نے
کر کہا۔

"اے انسان۔ تجھے یہاں آنے کی ہمت کیسے ہوئی۔
ابھی تمہیں بھسم کر دوں گی۔"

و پر سے تو جادوگرنی یہ کہہ رہی تھی مگر دل میں
رہی تھی۔ اس کی پکار پر ابھی تک مگر مچھ جادوگر
آیا نا۔ عنبر نے جادوگرنی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا

"وہ خبیث جادوگرنی۔ اپنی جان کی خیر منا۔ میں تجھے
زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

جادوگرنی نے اپنے جھولے سے ایک ناریل نکالا اور
پر پھونک مار کر ہوا میں اچھالا۔ ناریل میں سے
شمار بچھو نکل کر عنبر پر گرنے لگے۔ وہ اپنے ڈنک عنبر
رہے تھے۔ عنبر نے ان بچھوؤں کو ہاتھوں میں مسل
جادوگرنی یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ اس نے زور
سے منتر پڑھتے ہوئے پھونک ماری۔ اس کے منہ
آگ کے شعلے نکل کر عنبر پر پڑے۔ اپنا یہ وار بھی خالی
دیکھ کر جادوگرنی سٹپٹا گئی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر

اس کی چٹیا پکڑ لی اور بل دیتے ہوئے بولا۔

"مجھ پر تیرا کوئی جادو نہیں چل سکتا۔

عنبر نے مکا مار کر جادوگرنی کا باہر لٹکتا ڈیلا پچ
دیا۔ جادوگرنی کے منہ سے ایک خوفناک چیخ نکلی۔
عنبر کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے مچلی۔ عنبر نے اس
گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔ اور زور لگایا۔ ج
گرنی کے حلق سے خرخراہٹ نکلی اس کا بیٹھا ہوا ڈ
باہر نکل آیا۔ پورا مندر جادوگرنی کی چیخوں سے گونج
تھا۔ عنبر نے اسے اٹھا کر کالے درخت سے دے مار
جادوگرنی کے منہ سے آخری چیخ نکلی۔ اس کی ریڑھ کی
چکنا چور ہو گئی تھی۔ وہ تڑپتی ہوئی مر گئی۔

سمندری مندر میں یک لخت تیز روشنی ہوئی پھر گھپ
چھا گیا۔ عنبر نے مندر کے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ م
کے گھنٹے اب زور زور سے بج رہے تھے۔ اور پورا من
کانپ رہا تھا۔ عنبر کمرے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھ
مندر بڑی تیزی سے سکڑتا جا رہا ہے۔ چھوٹا ہوتے
وہ سیپ جتنا ہو گیا۔ اسی وقت پانی میں زبردس
ہلچل پیدا ہوئی۔

بجلی کی مانند ایک پندرہ سولہ فٹ لمبی مہیب شکل

ارک مچھلی ابھری۔ اس نے اپنا بھیانک منہ کھولا۔ اس
کا جبڑہ کر کے چار فٹ لمبا تھا اور لمبے نوکیلے سفید
انتوں کی قطاریں نظر آرہی تھیں۔ شارک مچھلی نے سیپ
پنے منہ میں نگل لیا اور پانی میں بیٹھ گئی۔

عنبر حیران پریشان دیکھتا رہ گیا۔ سمندری مندر کا
ب نام و نشان تک نہ رہا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا
کہ ابھی کچھ دیر پہلے یہاں ایک عظیم الشان مندر تھا۔
عنبر نے تیرتے ہوئے جادوگرنی کے ٹھکانے کی طرف
بڑھنا شروع کر دیا۔ جب وہ اس جگہ پہنچا تو اس نے دیکھا
کہ سو سروں والی جھاڑیاں اور درخت مرجھا چکے ہیں۔
محل عمارت کے باہر جل پری کا سر بدستور لٹک رہا تھا۔
مگر اب اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے تھے۔
عنبر سر اتار کر عمارت میں آ گیا۔ کمرے میں جل پری
کا دھڑ فرش پر پڑا تھا۔ عنبر نے سر دھڑ سے لگایا تو وہ
خود بخود جڑ گیا۔ جل پری زندہ ہو گئی۔ وہ عنبر کو گھبرائی ہوئی
نظروں سے دیکھنے لگی۔ عنبر نے اسے تسلی دی اور ساری
بات بتائی تو جل پری عنبر کا شکریہ ادا کرنے لگی۔ عنبر اسے
ہمراہ لئے ملکہ جل پری کے پاس آ گیا۔

سیپ محل میں جشن منایا جانے لگا۔ ہر جل پری ناچ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور گا رہی تھی۔ سمندر کی سلطنت میں خوشیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ملکہ جل پری کے اصرار پر عنبر نے ایک دن سیپ محل میں قیام کیا پھر اجازت لے کر نکل پڑا۔ ملکہ جل پری نے اسے قیمتی موتی تحفے میں دیئے اور اسے الوداع کہنے کے لیے جل پریاں سمندر کی سطح تک آئیں۔

کھلے آسمان تلے آ کر عنبر نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ اسے زلالہ دیوی کی بات یاد آ گئی جو انہیں پہلے سفر میں کہی تھی۔ زلالہ دیوی نے کہا تھا کہ واپسی کا سفر بہت حیرت ناک اور دلچسپ ہو گا۔ تمہیں ایسے ایسے واقعات پیش آئیں گے کہ عقل ماننے سے انکار کر دے گی۔ خطرناک دلدلوں اور جنگلوں سے گزرنا پڑے گا۔

زلالہ دیوی کی بات سچ ثابت ہو رہی تھی۔ عنبر اپنی زندگی کے حیرت ناک دور سے گزر رہا تھا۔ وہ سمندر کی لہروں پر لیٹ گیا۔ پانی کی لہریں اسے بہائے لئے جا رہی تھیں۔

O

ماریا کی تلاش

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناگ کی خبر لیں۔

یہ تو آپ گزشتہ قسطوں میں پڑھ چکے ہیں کہ کلنک کے راجے کا وزیر اور سپہ سالار آپس میں ملے ہوئے ہیں اور دونوں غداری کر کے راجے کو مارنے کے بعد تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور ناگ شاہی حکیم بنا ان کی سازشیں ناکام بنا رہا ہے۔ اب وزیر اور سپہ سالار نے شکار کے بہانے راجہ کو جنگل میں لے جا کر مار ڈالنے کا پروگرام بنایا۔

غدار وزیر راجے کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا۔

"حضور۔ اب تو بھگوان کی کرپا سے آپ کی صحت اچھی ہو گئی ہے۔ شکار کا موسم ہے شکار کھیلنے نہیں چلئے گا۔"

راجہ شکار کا بڑا شوقین تھا جھٹ کہنے لگا۔

"ضرور۔ ضرور۔ کل صبح شکار کے لئے جائیں گے۔ ناگ تم بھی ہمارے ساتھ چلنا"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے کہا۔

"بہت بہتر حضور۔ بندہ تو حکم کا غلام ہے۔"

وہ سمجھ گیا کہ غدار وزیر، راجہ کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔ اسی رات وزیر نے سپہ سالار کو بلایا اور کہا۔

"کل راجہ کے ساتھ جو حفاظتی دستہ جائے گا اس میں اپنے ساتھی ہونا چاہئیں۔ جنگل میں راجہ کو ہلاک کر کے مشہور کر دیں گے کہ شیر نے اسے مار ڈالا ہے۔ اور ہاں وہ حکیم کا بچہ بھی ساتھ جا رہا ہے۔"

سپہ سالار منہ کھول کر ہنسا اور بولا۔

"یہ تو اچھی بات ہے اس حکیم کا کام تمام بھی ہو جائے گا۔"

وزیر اور سپہ سالار دونوں قہقہے لگانے لگے۔

اگلے دن صبح سویرے ہی راجہ شکار کے لئے روانہ ہو گیا۔ محافظ دستے میں غدار وزیر کے آدمی شامل تھے۔ ناگ بھی راجہ کے ساتھ تھا اور پوری طرح ہوشیار تھا۔ گھنے جنگل میں پہنچ کر وزیر نے مکاری سے کہا۔

"حضور راجہ صاحب! آج کیوں نہ آپ کا شکار کھیلا جائے"

راجہ چونک پڑا۔ اس نے گرج کر کہا۔

"کیا بکتے ہو تم۔ اس گستاخی پر ہم تمہاری کھال کھنچوا کر

اس میں بھُس بھروا دیں گے۔ سپاہیو گرفتار کر لو اس نمک حرام کو۔"

کسی بھی سپاہی نے حرکت نہ کی۔ وزیر کے چہرے پر خباثت ناچ رہی تھی۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"حضور۔ آپ کی زندگی کے دن پورے ہو چکے۔ یہ فرمائیے تلوار سے گردن اتاری جائے یا خنجر سینے میں گھونپا جائے؟"

"غداری۔" راجہ غصے سے کانپتا ہوا بولا۔ دھوکے باز تو نے نمک حرامی کی جس تھالی میں کھایا اس میں سوراخ کیا"

وزیر نے چلاّ کر کہا۔

"جلاّد۔ اس بڈھے کا سر تن سے جدا کر دے۔"

اب ناگ کے حرکت میں آنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"راجہ کا سر کاٹنے سے پہلے جلاّد کو میرا سر کاٹنا ہو گا اور میرا سر کاٹنا جلاّد کے بس کی بات نہیں ہے۔"

وزیر اُچھل کر چلاّیا

"جلاّد پہلے اس بدبخت کو مار ڈال۔ لگتا ہے اسے مرنے کی بہت جلدی ہے۔"

جلاّد تلوار کھینچ چکا تھا۔ وہ تلوار لہراتا ہوا ناگ کی طرف بڑھا ناگ نے اب دیر کرنا مناسب نہ سمجھی۔ اس نے زور دار سانس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیا اور پرانا افریقی ہاتھی بن گیا۔ لمبے لمبے خوفناک دانتوں اور موٹی سونڈ والے ہاتھی نے چنگھاڑ ماری اور جلاد کو سونڈ میں لپیٹ کر ایک موٹے درخت سے دے مارا۔

جلاد کے حلق سے درد بھری چیخ نکلی۔ اس کی ہڈیاں بھی چکنا چور ہو گئیں۔ وزیر کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ اس کا رنگ فق تھا اور آنکھیں پھٹنے کی حد تک پھیل گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک انسان، افریقی ہاتھی بن گیا تھا۔ راجہ بھی حیران پریشان کھڑا تھا اور محافظ سپاہی تھر تھر کانپ رہے تھے۔

ہاتھی نے آگے بڑھ کر وزیر کو سونڈ میں اٹھا لیا۔ وزیر کی گھگھی بندھ گئی۔ ہاتھی نے اسے دو تین چکر دے کر زمین پر اتار دیا اور اپنا بھاری پاؤں زمین پر رکھ دیا۔

وزیر نے بڑی خوف ناک چیخ ماری تھی۔ ہاتھی نے اس کا قیمہ بنا دیا تھا۔ محافظ سپاہیوں نے یہ دیکھا تو جدھر منہ اُٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہاتھی دوبارہ انسان کے روپ میں آگیا۔ ناگ نے کہا۔

"اے راجہ۔ گھبراؤ مت۔ میں ایک جادوگر ہوں۔ عقاب کے روپ میں میں ہی تمہارے محل میں آیا تھا۔ وزیر اور سپہ سالار غداری سے تمہیں تخت سے محروم کر دینا چاہتے

تھے۔ مجھے جب اس سازش کا علم ہوا تو میں نے انہیں سبق سکھانے کا فیصلہ کیا اور اب وزیر کو اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔

راجہ نے ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ناگ نے کہا۔

"ہمیں فوراً محل واپس پہنچنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ غدار سپہ سالار کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں۔"

راجہ نے کہا۔

"ہاں۔ رانی محل میں اکیلی ہے اور اب محافظوں پر سے میرا اعتبار اُٹھ گیا ہے۔"

ناگ گھوڑا دوڑاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر یہاں ٹیلی فون ہوتا تو ہم بڑے مزے سے فون کر کے رانی کو خبردار کر دیتے۔"

"ٹیلی فون" راجہ نے چونکتے ہوئے کہا "یہ کیا چیز ہوتی ہے؟"

اب ناگ کو احساس ہوا کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے۔ وہ ہنستا ہوا بولا۔

"ٹیلی فون کا معاملہ آپ کی سمجھ میں آنے والا نہیں۔"

راجہ کہنے لگا۔

"آخر کچھ پتہ تو چلے ٹیلی فون کس بلا کا نام ہے۔ میں نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تو زندگی میں پہلی بار یہ نام سُنا ہے۔"
ناگ نے راجہ کو ٹیلی فون کے بارے میں بتایا کہ وہ کیا ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو، ہوائی جہاز اور کاریں کیا ہوتی ہیں۔ بم کسے کہتے ہیں اور ریل گاڑی کیسے چلتی ہے۔ راجہ حیرت سے منہ کھولے اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ اُس نے کہا۔

"میاں جادوگر یہ سب کہاں ہوتا ہے۔ اور تمہیں کس طرح اس بارے میں معلوم ہوا؟"
ناگ کہنے لگا۔

"یہ زمانہ کئی سو سال بعد آئے گا۔ میں اسی زمانے سے گزر کر واپسی کا سفر طے کر رہا ہوں۔"
راجہ نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"اچھا اچھا۔ اب سمجھا تم مذاق کر رہے ہو"
ناگ بھی ہنس دیا۔ اس نے سوچا اگر اس راجہ کی عمر کئی سو برس بڑھ جائے تو یہ اس زمانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔ راجہ کو کیا معلوم تھا کہ ایک وقت وہ آئے گا۔ جب پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت ہوگی۔ پھر ۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی لڑی جائے گی اور اسی کلکتے میں لہو پانی کی طرح بہے گا۔

وہ دونوں گھوڑے دوڑاتے محل پہنچ گئے۔ یہاں خیریت تھی دراصل سپہ سالار اپنے محل میں وزیر کے پیغام کا انتظار کر رہا تھا۔ وزیر کا یہ پیغام ملتے ہی کہ راجہ قتل ہوگیا اس نے شاہی محل پر قبضہ کر لینا تھا۔ راجہ کے حکم پر سپہ سالار کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ باورچی بھی قید خانے پہنچ گیا۔

ناگ راجہ کے محل میں مہمان خاص بن کر رہ رہا تھا۔ راجہ، رانی، امیر، وزیر سب اس کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ مگر ناگ کا دل نہ لگتا۔ اسے ہر وقت عنبر اور ماریا کی یاد ستاتی رہتی۔ آخر وہ راجہ سے اجازت لے کر وہاں سے نکل پڑا۔ کلکتہ چھوڑنے سے پہلے وہ ایک بار پھر اس سرائے میں گیا جہاں وہ اور ماریا اکٹھے ٹھہرے تھے۔ اور پھر ماریا غائب ہوگئی تھی۔ وہ ماریا کا پتہ کرنے ہی یہاں گیا تھا کہ شاید وہ واپس آگئی ہو مگر ایسا نہیں تھا۔ ناگ کو کیا معلوم کہ ماریا کس مصیبت میں پھنس چکی ہے وہ تو عقرب دیوتا کے پجاری کی قید میں تھی۔

ناگ نے فیصلہ کیا کہ غزنی جانا چاہیئے اور مسلمان فاتح محمود غزنوی سے ملاقات کرنا چاہیئے جو ان دنوں سومنات کے مندر پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ناگ گھوڑے پر سوار ہو کر کلکتے سے نکل پڑا۔ ناگ کو گھوڑے کی سواری بڑی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پسند تھی۔ وہ چاہتا تو کوئی پرندہ بن کر بھی اُڑ سکتا تھا۔

سارا دن کے سفر کے بعد وہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ رات ہونے والی تھی۔ ناگ نے ایک دیہاتی سرائے کے آگے گھوڑا روکا اور سرائے میں داخل ہو گیا۔ سرائے میں عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ایک طرف ایک بوڑھا آدمی سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے سفید چاندی ایسے بال ماتھے پر گرے ہوئے تھے۔

ناگ نے کہا۔

"بابا۔ کیا مجھے ایک رات کے لئے اس سرائے میں کمرہ مل سکتا ہے۔"

بوڑھے نے اپنا سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں یوں سرخ ہو رہی تھیں جیسے وہ روتا رہا ہو۔ اس نے آہ بھر کر کہا۔

"ہاں۔ ایک رات ہی کی تو بات ہے پھر۔۔"

ناگ بوڑھے کا جواب سُن کر حیران رہ گیا۔ بوڑھا اب دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگا تھا۔ ناگ کو اس پر بڑا ترس آیا۔ اس نے سوچا خدا جانے اس کو کیا دکھ ہے وہ بوڑھے کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔

"بابا۔ تم رو کیوں رہے ہو۔ مجھے بتاؤ تم پر کیا مشکل آن پڑی ہے۔ شاید میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

○

پنڈت کی شامت

بوڑھے نے سر اٹھایا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ وہ سِسکی بھر کر کہنے لگا۔

"اے نوجوان تم میری مدد نہیں کر سکتے۔ اس گاؤں میں کوئی بھی میری مدد نہیں کر سکتا۔"

ناگ نے کہا۔

"بابا پتہ تو چلے بات کیا ہے؟"

بوڑھا بولا۔

"سُننا چاہتے ہو تو سنو۔ میرا ایک ہی بیٹا رمیش ہے۔ اس کی عمر دس سال ہے۔ اس گاؤں میں سانپوں کا مندر ہے ہر مہینے مندر کا مہا پنڈت اور گاؤں کا مکھیا کسی ایک کمسن لڑکے کا چناؤ کرتے ہیں اور اسے سانپ دیوتا کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اس بار انہوں نے میرے بیٹے کو چن لیا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں بوڑھا آدمی ہوں۔ رمیش ہی میرے بڑھاپے کا
سہارا ہے۔ اب وہ مجھ سے چھن رہا ہے۔ اب تمہی بتاؤ
میں روؤں نہیں تو کیا کروں۔ غم سے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے
اس دنیا میں وہی تو میرا اپنا ہے۔"

ناگ کو اب سانپ پر بڑا غصہ آیا۔ جو دیوتا بنا بیٹھا
تھا۔ اور ہر مہینے ایک بچے کو ہڑپ کر جاتا تھا۔ اس
نے فیصلہ کیا کہ سانپ اور مندر کے مہا پنڈت کو سیدھا
کر کے چھوڑے گا۔ اس نے کہا۔

"بابا۔ تمہارا بیٹا رمیش کہاں ہے؟"

بوڑھے نے جواب دیا۔

"وہ مندر میں ہے۔ مہا پنڈت نے اسے اپنی کوٹھڑی میں
بند کر رکھا ہے۔ کہ کہیں میں اپنے بیٹے کے ساتھ گاؤں سے
نہ بھاگ جاؤں۔ اسے کل شام کو سانپ دیوتا کے آگے
ڈال دیا جائے گا۔"

ناگ نے کہا۔

"بابا۔ حوصلہ رکھو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا بیٹا
زندہ تمہیں ملے گا۔"

بوڑھے نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا۔ پھر اس کے چہرے
پر غم انگیز مسکراہٹ پھیل گئی وہ بولا۔

"بیٹا۔ مجھے تسلی دے رہے ہو۔ مجھے بہلانا چاہتے ہو۔
بس رہو۔ جب تک دل چاہے اس سرائے میں رہو"

ناگ نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ وہ جانتا تھا کہ بوڑھے
کو اس کی بات پر اعتبار نہیں آئے گا۔ نہا دھو کر وہ
سرائے سے نکل پڑا۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ گاؤں
کی گلیاں سنسان پڑی تھیں۔ ناگ سانپوں کے مندر
کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا پتہ اس نے بوڑھے سے
پوچھ لیا تھا۔

مندر میں گھی کے چراغ روشن تھے۔ باہر سیڑھیوں کے
پاس ایک موٹا پنڈت توند نکالے بیٹھا تھا۔ اس کے آگے ایک
انگیٹھی پڑی تھی۔ جس میں لوبان سلگ رہا تھا۔ سور کی طرح
موٹا یہ مہا پنڈت تھا۔ مندر کے اندر سے ڈھول بجنے اور بھجن
گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ناگ۔ مندر میں داخل ہونے لگا تو مہا پنڈت نے کڑک
کر کہا۔

"ارے چھوکرے۔ کیا منہ اٹھائے مندر میں گھس رہا ہے۔
اس وقت مندر میں کوئی نہیں جا سکتا۔ اندر سانپ دیوتا کے حضور بھجن
گائے جا رہے ہیں۔"

ناگ بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پنڈت جی۔ میں تو اس لڑکے کو دیکھنے آیا ہوں جسے
کیا جانا ہے۔"

مہا پنڈت چونک پڑا۔ اس نے غور سے ناگ کی طرف دیکھا
اور بولا۔

"تجھے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا حالانکہ میں گاؤں
ایک ایک شخص کو جانتا ہوں۔"

ناگ نے کہا

"میں مسافر ہوں آج رات ہی اس گاؤں میں آیا ہوں"

مہا پنڈت اچھل کر کھڑا ہوا اور اپنی موٹی توند کو سنبھال
چیخ کر بولا۔

"تم مزدور اس لڑکے کو بھگا لے جانے آئے ہو۔ تمہیں
کے باپ نے بھیجا ہوگا۔ میرے چیلو۔ بھاگو آؤ۔"

مہا پنڈت کی دھاڑ کے ساتھ ہی مندر سے کئی مر
پنڈت نکلے۔ انہوں نے آناً فاناً ناگ کو جکڑ لیا۔ مہا پنڈت
توند پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"لے جاؤ اسے بھی کوٹھڑی میں بند کردو۔ یہ بڑ
خطرناک ہے اور رمیش کو بھگا لے جانے آیا تھا۔ اسے
کل سانپ دیوتا کے آگے پھینک دیا جائے گا۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مکھیا کی سواری آگئی۔

جا پنڈت کی طرح حرام کھا کھا کر پھولا ہوا تھا۔ اس
ک آنکھ بھینگی تھی۔ مہا پنڈت نے اسے ساری بات
۔ ناگ نے کہا۔

جناب مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں یہاں آگیا۔ مجھے
ت کردیں۔"

کھیا گرج اٹھا۔

"چپ کتے کمینے۔ لے جاؤ اسے اور بند کردو۔"

پنڈت، ناگ کو گھسیٹتے ہوئے مندر کے پیچھے لے گئے۔ اور
یک کوٹھڑی میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ ناگ بڑے
ے زمین پر بچھے گھاس پھونس پہ لیٹ گیا جب رات
ے زیادہ گزر گئی تو ناگ چھوٹا کالا سانپ بن کر
تے نکل آیا اور مندر میں آگیا۔

مندر میں ایک بڑے کمرے کے اندر ایک سانپ کا بت
ب تھا۔ اس بت کے پیچھے ایک کمرہ تھا۔ جس میں وہ سانپ
تھا۔ جس کے سامنے قربانی دی جاتی تھی۔

یہ ایک بوڑھا
تھا۔ آٹھ فٹ موٹا اور پندرہ فٹ لمبا سانپ جو انسان کو
سکتا تھا۔ اس وقت یہ سانپ سو رہا تھا۔
انسانی گوشت کھا کھا کر سانپ کے دماغ پر چربی چڑھ گئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ ناگ اس کے کمرے میں آ کر انسان بن گیا۔ اور ا
کے جسم پر ٹھوکر ماری۔ سانپ زور دار پھنکار کے ساتھ
پڑا۔ جاگتے ہی اسے اپنے عظیم ناگ دیوتا کی بُو محسوس
ہوئی۔ اس نے سر اٹھایا تو انسانی شکل میں ناگ دیو
آ گیا۔

سانپ کا سر جھکتا چلا گیا۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں
"اے عظیم ناگ دیوتا۔ تیرا غلام سلام بجا لاتا ہے
اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتا ہے کہ آپ تشریف لائے۔"

ناگ نے اسے ٹھوکر مار کر کہا۔

"بہت خوب۔ یہاں سانپ دیوتا بنے بیٹھے ہو اور انسان
بچے کھا جاتے ہو۔"

سانپ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ لرزتے اور کانپتے
اس نے اپنا سر ناگ کے قدموں میں رکھ دیا اور بو

"غلام آپ کے سامنے ذرہ ہے"

ناگ نے غصے سے کہا

"بک بک بند کرو۔ تمہیں معصوم بچوں کو ہڑپ کرتے
شرم نہیں آئی"

سانپ نے کچھ نہ کہا۔ بس کانپتا رہا۔ ناگ یہ دیکھ کر

"کل شام اس گاؤں کے لوگ مجھے اور ایک لڑکے کو

پھینکیں گے۔ خبردار اگر لڑکے کی طرف نگاہ اٹھا کر
دیکھا۔"

یہ کہہ کر ناگ دوبارہ کمرے سے سانپ بن کر نکل آیا۔ اب
جو شرارت سوجھی تو مہا پنڈت کے کمرے کی طرف آ گیا۔
مہا پنڈت اور دوسرے سارے پنڈت سو رہے تھے۔ ناگ اپنے
ذہن میں گاؤں کے مکھیا کی تصویر لایا۔ گہری سانس لی اور
مکھیا بن گیا۔ اس نے مہا پنڈت کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔
اندر سے دھاڑ سنائی دی۔

"کون اُلو کا پٹھہ آدھی رات کو تنگ کر رہا ہے۔؟"

ناگ کچھ نہ بولا۔ دروازہ دوبارہ کھٹکھٹایا۔ پنڈت گالیاں دیتا
آیا۔ دروازہ کھولا اور بولا۔

"کتے کی اولاد تمہیں ——"

باقی الفاظ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے۔ اس کے سامنے
گاؤں کا مکھیا کھڑا تھا۔ مہا پنڈت کی تو سٹی گم ہو گئی اسے وہ
ساری گالیاں یاد آ گئیں جو ابھی ابھی اس نے مکھیا کو دی
تھیں۔ وہ گڑگڑایا۔

"مکھیا جی۔ غلطی ہو گئی۔ مجھے نہیں پتہ تھا آپ تشریف لائے ہیں"

مکھیا یعنی ناگ نے کہا۔

"تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی چلو کمرے میں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے لئے لکیریں نکالنا جوئے شیرلانے کے برابر تھا وہ جب
ناک زمین کے ساتھ رگڑنے کے لئے جھکتا تو اس کی توند
ہی زمین سے لگ جاتی۔ مہا پنڈت سانس کھینچ کر توند اندر
کرتا اور جلدی سے ایک بار ناک رگڑ لیتا۔

آٹھ لکیریں نکالنے کے بعد ہی مہا پنڈت گر پڑا۔ اس نے
ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"حجور اب تو مجھے معاف کر دیں"

"چپ" ناگ دھاڑا "سُور کی اولاد تم نے مجھے گالیاں دیں
چلو اب ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جاؤ۔"

مہا پنڈت نے ایک ٹانگ پر کھڑا ہونا چاہا۔ مگر صرف ایک
ٹانگ ۴ من کی زندہ لاش کو کس طرح اٹھاتی۔ یہ کام
دونوں ٹانگیں بڑی مشکل سے کرتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مہا پنڈت
منہ کے بل زمین پر آگرا اور لگا ہائے ہائے کرنے۔

اُدھر چیلا باقی سارے چیلوں کو بھی جگا لایا تھا۔ اور وہ
سب دروازے سے لگے بغیر ٹکٹ کا تماشا دیکھ رہے تھے اور دل
ہی دل میں خوش ہو رہے تھے۔ کیونکہ مہا پنڈت بلا وجہ ان
پر رُعب جماتا رہتا تھا۔

بڑی مشکل سے پنڈت اُٹھا اور ماتھا ٹیک کر بولا۔

"حجور۔ میں آپ کا غلام ہوں مجھ پر رحم کھائیے۔"

ناگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے موٹے سور۔ میں اب جاتا ہوں خبردار آئندہ
کبھی دروازہ کھولنے سے پہلے گالیاں مت دینا۔"

چیلوں نے جب مُکھیا کو دروازے کی طرف آتے دیکھا۔
تو وہ اپنے کمروں میں بھاگ گئے۔ ناگ کمرے سے نکل کر
سانپ والے کمرے سے گزرتا ہوا اپنی کوٹھڑی کے پاس آگیا اور
سانپ بن کر کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔

⊙

اگلی صبح مُکھیا مندر میں آیا اور مہا پنڈت کا حال پوچھا تو وہ مری
مری آواز میں بولا۔

"بس حجور۔ کچھ نہ پوچھیے۔ بہت پتلا حال ہے۔"

مُکھیا نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ اتنے موٹے آدمی کا حال کس طرح پتلا ہو سکتا ہے۔
مہا پنڈت جی بات کیا ہے؟"

مہا پنڈت کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ دل میں گالیاں دیتا
ہوا بولا۔

"رات آپ نے میری چھوٹی سی غلطی کی بہت بڑی سزا دی۔
ہائے — ابھی تک جسم درد کر رہا ہے۔"

مُکھیا بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پنڈت جی میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی۔ رات، غلطی اور سزا۔ پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔"

مہا پنڈت نے دل میں پوری ایک سو ایک گالیاں مکھیا کو دیں اور سوچا کمینے کو خود جانوروں کی بولیاں نکالنا اور مرغا بننا پڑے تو سب بات سمجھ میں آجائے۔ مگر اوپر سے جبراً مسکراتا ہوا بولا۔

"کچھ نہیں۔ رات گئی بات گئی۔"

مکھیا بھی سر کھجا کر رہ گیا۔ شام ہوئی تو پورے گاؤں کے لوگ مندر میں جمع ہو گئے۔ بھجن گائے جانے لگے۔ مہا پنڈت سانپ کے بت کے آگے جھوم جھوم کر بین بجانے لگا۔ ناگ اور لڑکے ریشی کو بت کے پیچھے بٹھا دیا گیا۔ مہا پنڈت بین بجا بجا کر ہلکان ہو رہا تھا مگر سانپ اپنے کمرے سے باہر نہیں آرہا تھا۔

ناگ نے خموش زبان میں سگنل نشر کیا۔

"اے سانپ باہر نکل اور لڑکے کو اپنے سر پر بٹھا کر کمرے کا چکر لگا۔"

سانپ نے فوراً ہی جوابی سگنل دیا۔

"جو حکم اے عظیم ناگ دیوتا"

سانپ رینگتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ سب ہندو سانپ دیوتا

کی جے۔ سانپ دیوتا کی جے۔ کے نعرے لگانے لگے مہا پنڈت نے سانپ کو ڈنڈوت کرتے ہوئے جھک کر کہا۔

"اے سانپ دیوتا۔ تیرے غلام بھینٹ کے ساتھ حاضر ہیں اسے قبول کر"

سانپ بڑے زور سے پھنکارا اس نے اپنا پھن پھیلا لیا جو چھتری سے بھی بڑا تھا۔ اس کی دوشاخی زبان لہرانے لگی اُس نے ناگ کی طرف پھن گھما کر تھوڑا سا جھکایا اور لڑکے ریشی کو اپنے پھن پر اٹھا لیا۔ مہا پنڈت، مکھیا اور دوسرے سب لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ سانپ دیوتا تو بھینٹ چڑھائے جانے والے لڑکے کو زندہ نگل جایا کرتا تھا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"یہ سانپ میرا غلام ہے۔ ابھی یہ میرے حکم سے لڑکے کو اٹھائے اس کمرے کا چکر لگائے گا۔"

مہا پنڈت کو اپنی مہا پنڈتی خطرے میں نظر آنے لگی۔ اُس نے کہا۔

"خاموش رہو۔ مقدس سانپ دیوتا کی شان میں گستاخی کے بعد تم زندہ نہیں بچ سکو گے۔ اے مقدس سانپ اسے بوٹی بوٹی کر کے کھا جا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سانپ تو لڑکے کو سر پر بٹھائے کمرے کا چکر لگانے کے بعد واپس بُت کے نیچے آ گیا اور ناگ کے آگے پھن جھکا دیا۔ پنڈت نے یہ دیکھا تو گھبرا گیا اور چلّایا۔

"یہ شخص ضرور کوئی جادوگر ہے۔ اس نے مقدس سانپ پر جادو کر رکھا ہے۔"

ناگ نے سانپ کی طرف دیکھ کر خوش سگنل دیا۔

"اے سانپ۔ یہ شخص تمہارے دیوتا کو بُرا کہہ رہا ہے۔ کیا تم یہ برداشت کر لو گے۔؟"

سانپ تڑپ کر سیدھا ہوا اور اس بھیانک انداز میں پھنکارا کہ کمرہ لرز اُٹھا۔ اس کی سُرخ زبان بجلی کی طرح لپکنے لگی۔ اس نے اپنا بڑا منہ کھول کر زوردار سانس لیا۔ موٹا پنڈت اُڑتا ہوا سیدھا اس کے منہ میں پہنچ گیا۔ سانپ اسے سالم ہی نگل گیا۔

تمام لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ بُری طرح خوف زدہ ہو گئے تھے۔ ناگ نے مکھیا سے کہا۔

"تم بھی ظلم کرنے میں مہا پنڈت کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ بولو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

مکھیا فوراً گر کر معافیاں مانگنے لگا۔ ناگ نے کہا۔

"آج کے بعد یہاں کسی انسان کی قربانی نہیں دی

جائے گی۔ ہر ماہ صرف ایک بکری سانپ کے آگے ڈالی جائے گی۔

یہ کہہ کر ناگ نے گہری سانس لی اور عقاب بن کر لوگوں کے سروں پر چکر کاٹنے لگا۔ تمام ہندو دیوتا کی جے، کے نعرے لگانے لگے۔ ناگ مندر سے نکل آیا اور غزنی کی طرف اڑنے لگا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فرعون کا خزانہ

ناگ کو عزن کی طرف پرواز کرتا چھوڑ کر ہم عنبر کی طرف واپس چلتے ہیں۔

سارا دن عنبر لہروں پر سفر کرتا رہا۔

شام کے وقت اسے آسمان پر پرندے پرواز کرتے نظر آئے جس کا مطلب تھا کہ زمین پاس ہی ہے۔ عنبر نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور ایک سرمئی لکیر نظر آ رہی تھی۔ یہ زمین کی لکیر تھی۔ ہوا اسی رخ کی تھی اس لئے عنبر کچھ ہی دیر میں زمین تک پہنچ گیا۔ ساحل پر کشتیاں بندھی ہوئی تھیں ریتیلے ساحل پر قدم رکھتے ہی عنبر کو عجیب سا احساس ہوا۔

ساحل سے کچھ فاصلے پر مچھیروں کی بستی تھی۔ مچھیرنیں اپنی جھونپڑیوں کے باہر بیٹھیں مچھلی تل رہی تھیں۔ ہلکا ہلکا اندھیرا چھانا شروع ہو چکا تھا۔ عنبر مچھیروں کی بستی میں آ گیا۔ مچھیرے اسے دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور اس کے گرد اکٹھے ہو کر سوال کرنے لگے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔

عنبر نے انہیں ٹالنے کے لئے کہا۔

"بھائی میں ایک مسافر ہوں۔ ہمارا بحری جہاز طوفان میں تباہ ہو گیا۔ بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

ایک مچھیرے نے جواب دیا۔

"تم مصر میں آ نکلے ہو۔"

مصر۔ عنبر کا وطن۔ جہاں وہ پلا بڑھا اور جوان ہوا تھا۔

ایک اور مچھیرے نے کہا۔

"کیوں میاں بھوکے ہو۔ مگر کان کھول کر سن لو ہم خیرات دینے کے عادی نہیں ہیں۔ پیسے ہیں تو نہ صرف کھانے کا بندوبست ہو جائے گا بلکہ رات کو تمہارے ٹھہرنے کے لئے ایک جھونپڑی بھی خالی کر دیں گے۔ اور اگر کنگلے ہو تو چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

عنبر کو اس لالچی مچھیرے پر بڑا غصہ آیا مگر ضبط کر کے بولا۔

"میرے پاس پیسوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میں آج رات یہیں ٹھہروں گا اور کل شہر روانہ ہو جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر نے قیمتی موتی نکال کر مچھیروں کو دکھائے جو اسے ملکہ جل پری نے دیئے تھے۔ اتنی دولت دیکھ کر مچھیرے تو دنگ رہ گئے۔ عنبر کو ایک جھونپڑی دے دی گئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ان مچھیروں کا سردار ایک بدمعاش تھا۔ وہ بھینسے کی طرح ہٹا کٹا اور کئی انسانوں کو قتل کر چکا تھا۔ وہ بڑا خونی قسم کا جلاد صفت آدمی تھا۔ لالچ تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ عنبر کے پاس دولت دیکھ کر اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ آج رات عنبر کا کام تمام کر کے ساری دولت پر قبضہ کر لیا جائے۔

اس مچھیرے کا نام منجو تھا۔ رات گہری ہوتے ہی منجو نے اپنے خاص آدمی عامور کو بلایا۔ عامور خنجر چلانے میں بڑا ماہر تھا۔ وہ پیغام ملتے ہی چلا آیا اور بولا۔

"حکم سردار۔ کیسے یاد کیا ہے۔؟"

منجو ایک آنکھ میچ کر عیاری سے کہنے لگا۔

"تیرے لئے ایک اسامی قابو آئی ہے۔ بڑی تگڑی اسامی ہے۔ جو مال ہاتھ آئے آدھا آدھا ہوگا۔"

عامور یہ سنتے ہی خوش ہو گیا۔ مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"استاد۔ فکر ہی مت کر۔ سب ٹھیک سمجھو۔"

"بس تو اسی وقت چلا جا۔" منجو نے کہا "اسے مار کر دولت میرے پاس لے آنا۔ لیکن دیکھ۔ ذرا آواز نہ نکلے اس بدبخت کی۔ بڑی صفائی سے گردن کاٹنا۔"

عامور نے سینہ پھلا کر کہا۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ اس کی لاش پھڑک بھی نہ سکے گی ہاں۔"

عامور، مچھیروں کے سردار منجو کی جھونپڑی سے نکل آیا۔ اس نے دو دھاری والا تیز خنجر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور دبے پاؤں عنبر والی جھونپڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ دبلے پتلے عنبر کو مارنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر اسے کیا معلوم وہ ببر شیر کے پاس جا رہا تھا۔

جھونپڑی کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ عنبر بڑے مزے سے چارپائی پر سو رہا تھا۔ عامور کھڑکی کے راستے جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ اور بڑی ہوشیاری و چالاکی سے چلتا ہوا عنبر کے سرہانے پہنچ گیا۔ اس نے خنجر عنبر کے سینے میں گھونپ دیا اور بڑبڑایا۔

"چل بچو۔ تو اگلے جہاں پہنچ۔"

عامور نے عنبر کے منہ کو ہاتھ سے دبا رکھا تھا تا کہ وہ چیخ چلائے نہیں۔ عنبر کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ سب کچھ سمجھ گیا مگر مچل مار کر پڑا رہا۔ عامور یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ عنبر کے جسم سے خون کے فوارے نہیں چھوٹے اور نہ ہی وہ تڑپا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُس نے خنجر عنبر کے جسم میں ہی رہنے دیا اور خود جھونپڑی میں موتی تلاش کرنے لگا۔ موتی تو عنبر نے ایک تھیلی میں رکھ کر تھیلی کمر سے باندھ رکھی تھی۔ اسے جو شرارت سوجھی تو اُٹھ کر بیٹھا اور بھاری آواز بنا کر بولا۔

"موتیوں کی تھیلی ڈھونڈ رہے ہو وہ تو میری کمر سے بندھی ہوئی ہے۔"

یہ کہہ کر عنبر پھر سے لیٹ کر مردہ بن گیا۔ عامور کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ خوف کے مارے اس کی آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔ کچھ دیر وہ کھڑا عنبر کو تکتا رہا۔ عنبر ایک آنکھ تھوڑی سی کھول کر اسے دیکھ رہا تھا۔ عامور نے جب دیکھا کہ "لاش" اسی طرح پڑی ہوئی ہے تو اسے تسلی ہوئی۔ اس نے سوچا مجھے وہم ہوا ہے ورنہ لاش کس طرح بول سکتی ہے۔

جھونپڑی کی تلاشی لینے کے بعد عامور کو جب موتیوں کی تھیلی نہ ملی تو اس نے عنبر کے لباس کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عنبر کے جسم کو ہاتھ لگایا اور لباس ٹٹولنے لگا۔ فوراً ہی اسے پتہ چل گیا کہ موتیوں کی تھیلی عنبر نے کمر سے باندھ رکھی ہے۔ اس نے تھیلی کھولنا چاہی تو عنبر نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"جاؤ یار کیوں گدگدی کرتے ہو"

عامور تو گرتے گرتے بچا۔ عنبر پھر سے "مردہ" بن چکا تھا عامور نے خنجر نکال کر دھڑا دھڑ چلانا شروع کر دیا۔ مگر خنجر عنبر کے جسم پر پڑتا تو یوں لگتا جیسے پتھر پر پڑا ہے۔ عامور پر خوف طاری ہونے لگا۔ کہ یہ کیسا انسان ہے۔ جس پر خنجر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ نہ تو زخم ہوتا ہے اور نہ خون نکلتا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جان بچا کر بھاگ جانا چاہیئے۔ وہ کھڑکی کے راستے باہر کود گیا۔ عامور اس پھرتی سے بھاگا تھا کہ عنبر اسے پکڑ بھی نہ سکے۔

گرتا پڑتا عامور جب سردار منجو کے پاس پہنچا تو وہ اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور بولا۔

"ارے عامور۔ خیریت تو ہے یہ تم اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ ارے اسامی کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔؟"

عامور نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"اُستاد۔ وہ آدمی نہیں بھوت ہے۔ اس پر خنجر اثر نہیں کرتا۔ وہ مرتا نہیں ہے"

سردار منجو غصے میں آ گیا اور چلایا۔

"بکواس کرتے ہو۔ کام خود نہیں کر سکتے اور اچھے بھلے آدمی کو بھوت بنا دیتے ہو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عامور گڑگڑایا۔

"استاد میں سچ کہتا ہوں۔ میں نے اس کے سینے میں خنجر مارا مگر اسے کچھ نہ ہوا خون بھی نہ نکلا۔"

سردار منجو اس کے منہ پر لات مار کر گرجا۔

"تم اُلو کے پٹھے۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا۔"

عامور چلا گیا۔

سردار منجو سوچ میں پڑ گیا۔ پہلے کبھی عامور نے کچا کام نہیں کیا تھا۔ وہ تو پلک جھپکنے میں انسان کی گردن مار دیتا تھا پھر آج اسے کیا ہوا۔۔۔؟ مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کسی انسان پر خنجر اثر نہ کرے۔ سردار منجو نے سوچا کہ عامور کو وہم ہوا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ کل صبح جب عنبر شہر جانے کے لئے تیار ہو گا تو وہ کچی سڑک پر اسے ہلاک کر کے ساری دولت قابو کر لے گا۔

صبح ہوئی تو عنبر نے نہا دھو کر ناشتہ کیا ایک مچھیرے سے گھوڑا خریدا اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس زمانے میں آج کی طرح پکی سڑکیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ مٹی سے اٹی کچی سڑکیں ہوتی تھیں۔ عنبر گھوڑا دوڑاتا چلا جا رہا تھا۔ یہ کچا راستہ خود رو جنگلی جھاڑیوں میں گھرا

ہوا تھا۔ کے دونوں طرف درخت اُگے ہوئے تھے۔ ایک موڑ کاٹتے ہی اچانک درختوں سے دو گھوڑ سوار نکلے اور انہوں نے عنبر کو روک لیا۔

یہ سردار منجو اور اس کا ساتھی مبارک تھا۔ دونوں نے منہ پر ڈھاٹے باندھ رکھے تھے۔ سردار منجو کے ہاتھ میں لمبی چمکتی تلوار تھی۔ اُس نے تلوار عنبر کی گردن پر رکھ دی اور کہا۔

"جتنی دولت ہے نکال کر میرے حوالے کر دو۔"

عنبر سمجھ گیا کہ یہ رات والے ڈاکو کے ساتھی ہیں۔ مگر وہ ان سے اُلجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے کہا۔

"بھائی۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کوئی دولت مند آدمی نہیں ہوں۔"

عنبر نے ان کی منت سماجت کر کے جان چھڑانا چاہی۔ مگر سردار منجو غصے میں آ گیا۔ اس نے عنبر کی گردن پر مُکا مارا۔ مُکا مارتے ہوئے اسے عنبر کی گردن کچھ سخت لگی۔ مگر اس بدبخت نے خیال نہ کیا اور کہنے لگا۔

"او چھوکرے۔ نکال دولت ورنہ ابھی انتڑیاں باہر نکال دوں گا۔ مجھے بے وقوف بنانا چاہتا ہے تیرا تو باپ بھی میرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سامنے ناک رگڑ کر دولت دے گا تو کیا شے ہے۔"

اب عنبر کو غصہ آ گیا۔ اپنے باپ کے بارے میں وہ بکواس نہیں سُن سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ان ڈاکوؤں کو مزہ چکھانا چاہیئے۔ وہ گھوڑے سے اُتر آیا اور بولا۔

"اُلّو کی دُم ۔ تم باتوں سے نہیں مانو گے۔ تمہیں میں ابھی لاتوں سے مناتا ہُوں۔"

سردار منجو نے یہ سُن کر قہقہہ لگایا۔ اور تلوار گھما کر عنبر کے سر پر ماری۔ کھٹاک۔ تلوار عنبر کے پتھر ایسے سر سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہو گئی۔ سردار منجو نے یہ دیکھا تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ آنکھیں پتھر کی بن گئیں اس کے ساتھی مبارک نے چاقو نکال کر عنبر پر وار کیا۔ چاقو عنبر کے پیٹ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔

عنبر نے مبارک کو دبوچ کر اس کے سر پر مُکّا مارا۔ مبارک کا بھیجہ ناک اور کانوں کے راستے باہر نکل آیا۔ کھوپڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ سردار منجو نے یہ دیکھا تو ڈر گیا۔ وہم پرست جاہل آدمی تھا۔ پھر بُرے کام کرنے والا ہمیشہ بزدل ہوتا ہے۔ جن بچوں کی دوستی بچپن میں نیک۔ سچے اور ایماندار بچوں سے ہوتی ہے وہ خود بھی بہادر اور سچے ہوتے ہیں۔ صحبت انسان پر بڑا اثر کرتی ہے۔

سردار منجو بُرے لوگوں کی صحبت میں رہا تھا۔ اس لئے بُرا اور بزدل ہو گیا تھا۔ اس نے بھاگنا چاہا مگر عنبر اسے کہاں جانے دیتا۔ اس نے منجو کو دبوچ لیا اور کہا۔

"اب کدھر جاتے ہو۔ مجھ سے ناک نہیں رگڑاؤ گے۔؟"

منجو نے جھٹ ہاتھ جوڑ دیئے اور گڑگڑایا۔

"تم ضرور کوئی دیوتا ہو۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے معاف کردو۔ مجھے مت مارو۔"

عنبر نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم ایک ظالم ڈاکو ہو اور نجانے کتنے مسافروں کو لوٹ کر قتل کر چکے ہو۔ تمہاری سزا موت ہے۔"

منجو نے جب یہ سنا تو دھڑا دھڑ تلوار چلانا شروع کر دی گردن، سر اور سینہ پر منجو مسلسل وار کیئے جا رہا تھا۔ اس حالت میں تو انسان کا قیمہ بن جانا چاہیئے تھا مگر عنبر کے جسم پر جسم پر خراش تک نہ آئی تھی۔ بلکہ تلوار جگہ جگہ سے ٹیڑھی ٹیڑھی ہو گئی تھی۔ اور عنبر مسکرا رہا تھا۔

پھر عنبر نے منجو سے تلوار چھین لی اور اس کے پیٹ میں گھسیڑ دی۔ منجو نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا خون زمین کو سیراب کرنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بے رحم انسان - اب درد سے چلاّتے کیوں ہو جب تم دوسروں کو قتل کرتے تھے ان کا بھی یہی حال ہوتا تھا - اب تمہیں درد کی شدت کا اندازہ ہو گیا ہو گا - یہاں پڑے رہو اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دو - ہر ظالم کا یہی انجام ہوتا ہے "

عنبر گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا - اس سفر کا اختتام مصر کے شہر قاہرہ پر ہوا - جس وقت عنبر وہاں پہنچا شام ہو رہی تھی - لوگ بازاروں میں گھوم پھر رہے تھے - مصر کے لوگ زیادہ تر دھاری دار کپڑے کا ایک لمبا کرتہ پہنتے ہیں - جسے گابیا کہا جاتا ہے - یہ کرتہ اتنا لمبا ہوتا ہے کہ ٹخنوں تک پہنچتا ہے - مصر میں دھوپ اور گرمی بہت ہوتی ہے اس لئے مصری لوگ سر پر گول ٹوپی پہنتے ہیں - عورتیں بھی ایک لمبا سا چغہ پہنتی ہیں جو ان کے پیروں تک پہنچتا ہے - اسے "میلایا" کہا جاتا ہے -

قاہرہ سے مغرب کی طرف اگر کسی بلند جگہ سے دیکھیں تو صحرا کے کنارے پر اہرام نظر آتے ہیں جن کے پاس ہی دنیا کا سب سے پرانا اور حیرت انگیز مجسمہ ہے - اس مجسمے کا سر انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے - اسے ابوالہول کہا جاتا ہے - اس کی اونچائی ۶۰ فٹ اور لمبائی ۱۳۰ فٹ ہے - اس کے سامنے آدمی ہونا لگتا ہے -

پانچ ہزار سال قبل جب عنبر یہاں رہتا تھا تو یہ شہر بہت مختلف تھا - اس کا پرانا نام تھیبز تھا اور یہ شہر دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر تھا - عنبر قاہرہ کے بازاروں میں گھومنے لگا - یہ اس کا اپنا وطن تھا -

رات عنبر نے ایک سرائے میں بسر کی اور صبح گھوڑے پر سوار ہو کر اہرام مصر کی طرف روانہ ہو گیا - وہ ان کی سیر کے بعد ہندوستان کے لئے روانہ ہو جانا چاہتا تھا - دریائے نیل پار کر کے عنبر جب دوسری طرف صحرا میں ہزاروں برس پرانے شہر تھیبز کے کھنڈرات میں پہنچا تو اس کا دل دھڑکنے لگا -

یہ اس شہر کے کھنڈرات تھے جن کی گلیوں میں عنبر کا بچپن بیتا تھا - بچپن کے تمام واقعات ایک ایک کر کے عنبر کے سامنے گھومنے لگا - یہاں وہ اپنے منہ بولے باپ رجّال کے ساتھ رہا کرتا تھا - اور ملازم پولکا کے ساتھ کھیلا کرتا تھا - اب عنبر کا شہر ٹوٹ پھوٹ چکا تھا - ایک بھی دیوار سلامت نہ بچی تھی -

آگے جا کر اہرام تھے - ہزاروں برس پرانے اہرام - یہ اہرام عنبر کی آنکھوں کے سامنے بنے تھے - حبشی، یونانی، یمنی اور مصری غلام بڑے بڑے ریڑھوں پر پتھر کی سلیں لاد کر لاتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ یہ سلیں دریائے نیل کے مشرقی کنارے کے پہاڑوں سے کاٹی جاتی تھیں اور ہر سل دس ٹن کے لگ بھگ وزنی ہوتی تھی۔

عنبر کے سامنے ہزاروں مزدور ان پتھروں کے تلے دب کر مر گئے تھے۔ اور اب وہ ان اہراموں کے کھنڈر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ کسی سے کہتا کہ یہ ہرم میرے سامنے تعمیر ہوئے ہیں تو کوئی یقین نہ کرتا اور اسے پاگل سمجھا جاتا
عنبر پرانے کھنڈروں کی سیر کرتا پھر رہا تھا کہ ایک جگہ اس نے ایک انگریز کو دیکھا جو ایک کاپی ہاتھ میں لئے گھوم رہا تھا۔

اس انگریز کا نام ڈیوڈ تھا۔ وہ انگلستان سے آیا تھا۔ انگلستان میں وہ ایک سکول میں تاریخ کا مضمون پڑھاتا تھا۔ اتفاق سے اس کے ہاتھ میں فرعون کے ایک پرانے ہرم کا نقشہ آ گیا جس میں خزانہ چھپا ہوا تھا۔ ڈیوڈ قدیم مصری زبان تھوڑی بہت جانتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ مصر جا کر ہرم سے خزانہ نکال کر لائے گا اور اب وہ فرعون کا خزانہ نکالنے کے مصر آیا ہوا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ انگریز سے کچھ فاصلے پر دو مصری کھڑے ہیں۔ وہ دونوں انگریز کو دیکھتے ہوئے آپس میں کھسر پھسر کر

رہے تھے۔ یہ دونوں عنبر کو بہت پُر اسرار لگے۔ اسی وقت انگریز ایک دیوار سے گھوم کر عنبر کی نظروں سے اوجھل ہو گیا دونوں مصری بھی اس کے پیچھے لپکے۔ پھر کھنڈرات میں ہلکی سی چیخ گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایسی آواز عنبر کے کانوں میں پڑی جیسے زبردستی کسی کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔
عنبر اس طرف بھاگا۔ اس نے دیکھا کہ دونوں مصری، انگریز کو نیچے گرائے ہوئے ہیں۔ ایک مصری انگریز کے سینے پر چڑھا ہوا بیٹھا تھا اور خنجر دکھا کر دھمکی دے رہا تھا کہ سب کچھ اس کے حوالے کر دے۔

یہ دونوں مصری بدمعاش تھے۔ ان کا کام ہی کھنڈرات کی سیر کرنے کے لئے آنے والے اکیلے آدمی کو لوٹ لینا تھا۔ وہ بڑی دیر سے انگریز ڈیوڈ کا پیچھا کر رہے تھے اور اب موقع مناسب جان کر انہوں نے ڈیوڈ کو چھاپ لیا تھا۔ عنبر نے ان کے پاس پہنچتے ہی کہا۔
"اسے چھوڑ دو اور بھاگ جاؤ۔"
ہٹے کٹے مصری بدمعاش عنبر کی بات کب مانتے۔ ان کے سامنے تو ایک دُبلا پتلا لڑکا کھڑا تھا۔ ایک مصری بدمعاش نے خنجر گھماتے ہوئے گرج کر کہا۔
"ابے او چھوکرے۔ چل بھاگ ادھر سے۔ ورنہ ابھی خون میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہلا دوں گا۔

عنبر نے اپنی بات دہرائی تو دوسرے مصری بدمعاش نے چیخ کر کہا۔

"ارے چھوڑو۔ دیکھتا کیا ہے۔ خنجر میں پرو دے اس بدبخت کو۔"

پہلے بدمعاش نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ اس نے خنجر عنبر کو مارنا چاہا تو عنبر نے اس کی کلائی پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا۔ بدمعاش کی کلائی ٹوٹ گئی۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اور وہ درد سے چلانے لگا۔

دوسرے بدمعاش نے یہ دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے انگریز کو چھوڑا اور عنبر کی طرف لپکا۔

مصری بدمعاش نے چیخ کر خنجر عنبر کے سینے میں مارا۔ خنجر کی نوک اس طرح مڑ گئی۔ جیسے اسے کسی پتھر پر مارا گیا ہو۔ مصری بدمعاش بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسے ہوا۔ عنبر نے اسے دوسرا وار کرنے کی مہلت ہی نہ دی اور اس کے منہ پر ایسا مکا مارا کہ سارے دانت باہر نکل آئے۔

اسی وقت پہلا بدمعاش دوسرے ہاتھ میں خنجر تھامے عنبر پر حملہ آور ہوا۔ انگریز ڈیوڈ یہ دیکھ کر اسے روکنے کے لئے اس پر جھپٹا مگر بدمعاش نے خنجر عنبر کی پیٹھ پر مار دیا۔ نتیجہ وہی نکلا۔ جو پہلے نکلا تھا۔ انگریز ڈیوڈ نے بدمعاش کو دبوچ لیا۔ اور اس کی ٹھکائی کرنے لگا۔ وہ بہادر تھا پہلے تو اسے بے خبری میں قابو

کر لیا گیا تھا۔

دونوں بدمعاشوں نے جب صورت حال بگڑتی دیکھی تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ انگریز ڈیوڈ عنبر کی طرف آیا اور بولا۔

"لیٹ جاؤ۔ خنجر سے تمہیں گہرا زخم آیا ہوگا۔ میں ابھی پٹی کرتا ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ مجھے خنجر نہیں لگا میں زخمی نہیں ہوں۔"

انگریز کہنے لگا۔

"میں نے اپنی آنکھوں سے تمہاری کمر میں خنجر لگتے دیکھا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم زخمی نہ ہوئے ہو۔"

عنبر بولا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ خنجر میرے پاس سے گزر گیا تھا مجھے لگا نہیں تھا۔"

انگریز کیسے مان لیتا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے عنبر کو خنجر لگا تھا۔ اس نے عنبر کی قمیض اٹھا کر دیکھی۔ بدن پر زخم تو کیا خراش تک نہیں تھی۔ اب تو انگریز چکرا گیا۔ اس نے زمین پر پڑے خنجر کو اٹھا لیا۔ خنجر کی نوک مڑی دیکھ کر وہ اور بھی حیران ہوا عنبر نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"بدمعاش کا خنجر ہی ٹھیک نہیں تھا۔ میں زخمی کس طرح ہوتا"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انگریز ڈیوڈ گہری سانس لے کر بولا۔
"یا تو میں پاگل ہو گیا ہوں یا تم کوئی عجیب انسان ہو۔"
عنبر نے ہنس کر کہا۔
"ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے بس مجھے خنجر لگا ہی نہیں تھا۔"
انگریز ڈیوڈ سر گھما کر رہ گیا۔ پھر اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔
"میں انگلستان سے ایک خزانے کی تلاش میں آیا ہوں۔ تم ایک بہادر اور شریف انسان ہو۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم خزانہ نکال لیں گے۔ ہمارے علاوہ دو اور شخص اس مہم میں شریک ہوں گے۔ فرعون کا خزانہ کروڑوں روپے کا ہے ہم سب اسے آپس میں بانٹ لیں گے۔ خزانہ نکالنے کی ساری تیاری مکمل ہے۔ اور آج رات ہم نے پرانے ہرم میں جانا ہے۔"
عنبر فوراً ہندوستان کے لئے روانہ ہو جانا چاہتا تھا اور کسی جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔ مگر جب ڈیوڈ نے اصرار کیا تو عنبر نے اس کا ساتھ دینے کی حامی بھر لی۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ خاموش تماشائی بنا رہے گا۔ چلو فرعون کا خزانہ نکالنے کی تفریح ہی سہی۔

اسی رات ڈیوڈ، عنبر، ایک بوڑھا گائیڈ اور ایک جوان حبشی ہرم کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

کٹا ہوا زندہ ہاتھ

رات کی پُر ہول تاریکی اور ہیبت ناک سناٹا۔
جہاں تک نظر آتا ریت ہی ریت تھی۔ رات دھیمی رو سے کٹ رہی تھی۔ زرد رنگ کا چاند کبھی کبھی آوارہ بادلوں میں منہ چھپاتا۔ صحرا کا دن بڑا گرم ہوتا ہے۔ اوپر سے سورج آگ برساتا ہے اور نیچے جلتی ریت۔ جبکہ صحرا کی رات ٹھنڈی اور سحر انگیز ہوتی ہے۔ وہ سب اونٹوں پر سوار آگے بڑھے جا رہے تھے۔
دور سے پتھر کا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ یہ ہیبت ناک مجسمہ کم و بیش چالیس فٹ بلند اور انسانی چہرہ تھا۔ اس کا وسیع دہانہ قہقہہ لگانے والے انداز میں کھلا ہوا تھا۔ عنبر کو یوں لگا جیسے یہ مجسمہ کہہ رہا ہو آؤ۔ میرے منہ میں آ جاؤ۔ خود کو میری بھینٹ چڑھا دو۔ میں اس ریگستان میں صدیوں سے کھڑا ہوں۔ آؤ اور میری غذا بن جاؤ۔
ڈیوڈ اور عنبر کے اونٹ پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ ڈیوڈ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اب میں اس پرانے مصری ہرم سے فرعونوں کا خزانہ نکال لے جاؤں گا۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ مصری بت بڑا ہیبت ناک اور پُر رعب لگ رہا تھا۔ وہ چاروں مجسمے کے قریب پہنچ گئے۔ بوڑھا گائیڈ، اونٹوں کا مالک حسنی، عنبر اور انگریز ڈیوڈ۔ حسنی نے ریت میں لمبے کھونٹے لگا کر اُونٹ باندھ دیئے پھر وہ سب گھوم کر اس پرانے مجسمے کے شمالی پہلو میں آ گئے۔ ڈیوڈ نے نقشے کے مطابق اندر جانے کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ یہ راستہ ایک چوکور سوراخ کی شکل میں تھا۔ اور زمین دوز تھا۔ اس پر موٹی سیاہ لکڑی کا تختہ لگا ہوا تھا۔ جو خاصا بوسیدہ ہو چکا تھا۔ ڈیوڈ خوشی کے مارے ناچنے لگا۔ کامیابی اسے سامنے نظر آ رہی تھی۔ بوڑھے گائیڈ نے آگے بڑھ کر تختہ اٹھا دیا۔ اندر سے بدبو کا ایک بھبکا ان کے ناکوں سے ٹکراتا ہوا فضا میں بکھر گیا۔ ڈیوڈ نے جلدی سے ہرم میں گھسنا چاہا مگر بوڑھے گائیڈ نے اسے زوردار دھکا دیا۔ ڈیوڈ پرے جا گرا۔ بوڑھا گائیڈ بولا۔

"مسٹر ڈیوڈ۔ یہ ہرم نجانے کب سے بند پڑا ہے۔ اس میں زہریلی گیس جمع ہوگی۔ ذرا صبر سے کام لیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں آپ نقصان اُٹھالیں۔"

ڈیوڈ منہ سے کچھ نہ بولا۔ بس بوڑھے گائیڈ کو گھورتا رہا۔ حسنی

اپنے گنجے سر پر بار بار ہاتھ پھیر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد بوڑھے گائیڈ نے اپنی کمر سے بندھا تھیلا اتار کر اندر سے چار موم کی مشعلیں نکالیں اور انہیں جلا کر بولا۔

"چلیے مسٹر ڈیوڈ"

ان سب نے ایک ایک مشعل تھام لی اور خفیہ راستے سے داخل ہو گئے۔ اندر خوب اندھیرا تھا۔ مشعلوں کی روشنی میں وہ آگے بڑھتے گئے۔ یہ سرنگ ذرا آگے جا کر نیچے کو جانے لگی۔ انہیں یوں لگا جیسے وہ کسی قدیم کنوئیں میں اتر رہے ہوں۔ سیڑھیوں پر صدیوں کی گرد جمی ہوئی تھی۔ سرنگ کے دونوں طرف دیواروں پر سرخ رنگ سے پرانے مصری دیوی دیوتاؤں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ مشعلوں کی لرزتی کانپتی روشنی جب ان تصویروں پر پڑتی تو ایسا لگتا جیسے ابھی یہ تصویریں زندہ ہو جائیں گی۔

اس سرنگ کا اختتام ایک دیوار پر ہوا۔ یہ دیوار چوکور پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ ڈیوڈ نے نقشے کے مطابق ہر پتھر کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی کوشش کے بعد اسے مطلوبہ پتھر مل گیا۔ اس پتھر پر ایک سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ ڈیوڈ نے اس پتھر کو دبایا تو فوراً ہی ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ چند پتھر اپنی جگہ سے کھسک گئے اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیوار میں اتنا بڑا سوراخ پیدا ہو گیا۔ کہ ایک انسان جھک کر
اندر جا سکے۔

سوراخ ہوتے ہی ایک بہت بڑا پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا نکلا۔
ڈیوڈ اور حسنی کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ بوڑھا گائیڈ
تو خوف کے مارے کانپنے لگا تھا۔ وہ گدھ نما پرندہ اپنی منحوس
زرد آنکھوں سے انہیں تکتا ہوا ان کے سروں پر اُڑ رہا تھا۔
عنبر نے اس پرندے کو پہچان لیا تھا۔ یہ مصری فرعونوں کا شاہی
پرندہ راع تھا۔ مگر یہ کئی سو سال سے بند اس ہرم میں کیسے
رہا۔ پرندہ راع ان کے سروں پر چند چکر کاٹ کر چیخیں مارتا ہوا
چلا گیا۔ اس کی چیخیں بند ہرم میں اس طرح گونج رہی تھیں جیسے
ہزاروں بدروحیں روتی ہوئی چلا رہی ہوں۔

ڈیوڈ نے کہا۔

"اوہ مائی گاڈ۔ میں نے ایسا پرندہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ کون
سا پرندہ ہے۔؟"

عنبر کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"یہ فرعونوں کا شاہی پرندہ تھا۔ اس کا نام راع تھا۔"

ڈیوڈ چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اُبھر آئی تھی۔ اس
نے غور سے عنبر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟"

"میں اسے پہلے دیکھ چکا ہوں۔"

"وہاٹ ---" ڈیوڈ چلا اٹھا۔ "عنبر تم نے اس پرندے کو کہاں
دیکھا تھا۔" اس کا تو صرف ذکر ہی پرانی کتابوں میں ہے۔
اب عنبر کو خیال آیا کہ وہ ڈیوڈ سے کیا کہہ رہا ہے۔ وہ اسے
یہ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ کہ وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔
اور خود ایک فرعون کا بیٹا ہے۔ اس نے جلدی سے بات بناتے
ہوئے کہا۔

"میں نے اس پرندے کا مجسمہ پیرس کے عجائب گھر میں چند
سال پہلے دیکھا تھا۔"

ڈیوڈ نے عنبر کی طرف اس طرح دیکھا جیسے اس کی بات پر
یقین نہ آیا ہو۔ پھر بولا

"میں نے تو کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس پرندے کی نسل
ختم ہو چکی ہے۔ پھر یہ اس ہرم میں کیونکر زندہ ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"ممکن ہے کوئی جادو کا چکر ہو۔ پرانے مصری کاہن بڑے
زبردست جادوگر ہوتے تھے وہ تو انسان کو جانور بنا دیتے تھے
ہوا میں اُڑ سکتے تھے۔ اور گھر بیٹھے اپنے دشمن کا کلیجہ نکال لیتے تھے۔

بوڑھے گائیڈ نے کہا۔

"اس بات کو چھوڑو اور جلد از جلد اس پُراسرار ہرم سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خزانہ نکال کر لے چلو۔"

اونٹوں کا مالک حسنی بہت خوفزدہ تھا اس نے کہا۔

"میں اب آگے نہیں جاؤں گا۔ یہیں رہ کر تمہارا انتظار کروں گا۔ خدا جانے اندر کیا بلائیں منتظر ہیں۔"

حسنی کو وہیں چھوڑ کر وہ آگے چل دیئے۔ اندر گرمی اور گھٹن تھی۔ وہ اس وقت ایک غلام گردش سے گزر رہے تھے۔ یہ غلام گردش نیچے کو چلی گئی تھی۔ اس غلام گردش سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ کمرہ بھٹی کی اینٹوں اور چونے سے بنا ہوا تھا۔ اس کی چھت اس قدر نیچی تھی کہ ان کے سر چھت سے چھو رہے تھے۔

کمرے کی دائیں دیوار میں لوہے کی ایک ہتھی لگی ہوئی تھی۔ اب ہوا بھی پہلے سے گندی اور بھاری محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ہوا نجانے کدھر سے آ رہی تھی۔ گہری خاموشی میں ڈیوڈ نے نقشے کی طرف دیکھا اور ہتھی کو پکڑ کر گھمانے کی کوشش میں زور کی مگر ہتھی تو جام ہو چکی تھی۔ یہ دیکھ کر عنبر آگے بڑھا ہتھی پر ہاتھ رکھ کر چہرے پر ایسے آثار بنائے جیسے زور لگا رہا ہو۔ حالانکہ وہ اپنی طاقت کے ایک معمولی سے جھٹکے سے ہتھی کو گھما سکتا تھا۔

ہتھی گھوم گئی اور اس کے ساتھ ہی سامنے والی دیوار زمین میں دھنسنے لگی۔ اب آگے ایک لمبی غلام گردش تھی۔ ایک

یک کرکے دھڑکتے دلوں اور متجسس نگاہوں کے ساتھ وہ وم گردش میں داخل ہو گئے۔ یہ راستہ ایک محراب نما روازے پر ختم ہوا۔ یہاں ایک عجیب و غریب شکل نظر آئی۔ ک بہت بڑا بُت۔ جس کا دھڑ انسان کا اور سر پھنیئر سانپ کا ھا۔ سانپ کی آنکھوں کی جگہ یاقوت لگے ہوئے تھے جو اندھیرے چمک رہے تھے۔ ڈیوڈ نے کہا۔

"اسی عجیب بُت کے نیچے وہ خفیہ کمرہ ہے جس کے نیچے فرعون خزانہ رکھا ہوا ہے۔ آؤ اس سانپ کو یہاں سے ہٹائیں۔"

انہوں نے مل کر زور لگایا تو سانپ بائیں طرف گھوم گیا یہاں ایک خلا پیدا ہو گیا۔ جس میں سیڑھیاں اتر رہی تھیں ڑھیاں اُتر کر وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گئے جس نیچی چھت ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔ کمرے کے عین وسط ایک بڑے مگرمچھ کا مجسمہ تھا۔ جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اس منہ میں ایک تابوت پڑا تھا۔ کمرے میں دیوی دیوتاؤں بت پڑے تھے۔ اور گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

عنبر، ڈیوڈ اور بوڑھا گائیڈ خاموش کھڑے تابوت کی طرف رہے تھے۔ تابوت۔ جس میں صدیوں سے فرعون کی لاش م کر رہی تھی۔ فرعون کی لاش۔ جیسے وہ بے آرام کرنے آئے کچھ دیر وہ کھڑے رہے پھر بوڑھے گائیڈ نے کہا۔

"خزانہ کہاں ہے۔ یہاں تو تابوت کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈیوڈ نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"خزانہ۔ اس تابوت میں ہے اور فرعون۔ فرعون کی لاش کے پیٹ میں ہے۔"

وہ آگے بڑھے۔ تابوت پر گرد جمی ہوئی تھی۔ ڈیوڈ نے گرد صاف کی تو تابوت کے ڈھکن پر قدیم مصری زبان میں لکھی عبارت نظر آنے لگی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

"اے آنے والی نسل کے انسان ـــ میں فرعون مصر راعمس تجھ سے مخاطب ہوں۔ میں جانتا ہوں تو کبھی نہ کبھی اس ہرم تک پہنچ جائے گا۔ مجھے نہیں پتہ تو جس وقت یہاں پہنچے گا کیا حالات ہوں گے۔ دیوتا آئس کو ماننے والے راعمس کو یقین ہے کہ اس وقت دنیا آباد ہو گی اور نیل کا دریا اسی طرح مصر کو سیراب کر رہا ہو گا۔

اے وہ انسان۔ جسے میں دیکھ نہیں سکتا۔ تو میرا خزانہ لینے یہاں تک پہنچا ہے۔ میں نے اپنے دور میں مصر کی بھلائی کے لئے دولت کو پانی سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ میرے دور میں ہر طرف خوشحالی تھی۔ اس کے باوجود جو خزانہ بچا وہ میری ہدایت کے مطابق میری لاش کے ساتھ رکھ دیا گیا۔

اے آنے والے انسان۔ اگر تو فرعونوں کی شاہی نسل سے ہے تو خزانہ تیرے لئے ہے تو اسے لے جا سکتا ہے لیکن

اگر ایسا نہیں ہے تو تجھے میری نصیحت ہے کہ یہاں سے الٹے قدموں واپس لوٹ جا۔ اگر تو لالچ کرے گا اور خزانہ نکالے گا تو سن لے ــ تجھ پر عذاب نازل ہو گا۔

میرے تابوت کے پاس کھڑے ہو کر یہ تحریر پڑھنے والے انسان ــ میں تجھ سے مخاطب ہوں اور جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے میں تیری نجات ہے۔ ورنہ عمر بھر چین نہ پائے گا کتے کی موت مرے گا۔

اے انسان ــ الوداع

الوداع

الوداع ـ فرعون راعمس

مسٹر ڈیوڈ۔ آپ نے سن لیا۔ بوڑھے گائیڈ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "فرعون کی وصیت ہے۔ اب آپ کا فیصلہ کیا ہے"

ڈیوڈ نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"یہ سب باتیں ہیں۔ میں تابوت کھول کر حنوط شدہ لاش سے سارا خزانہ نکال کر انگلستان لے جاؤں گا۔"

یہاں ہم اپنے پڑھنے والوں کو بتاتے چلیں کہ پرانے زمانے کے مصری اس بات کے قائل تھے کہ روح زندہ رہتی ہے اور کبھی نہ کبھی اپنے جسم میں واپس آ جاتی ہے چنانچہ وہ مرنے والوں کی لاش کو گلنے سڑنے سے بچانے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لئے حنوط کر دیتے ہیں۔ پرانے مصری پہلے مرنے والے فرعون کی لاش کے سر سے بھیجہ نکال لیتے۔ اس کے بعد لاش کو چیر کر آنتیں وغیرہ نکال لیتے اور کھجور کے ایک خاص محلول سے جسم کو دھونے کے بعد اس میں خوشبودار دوائیں بھر دیتے۔ اس کے بعد لاش کو ۷۰ دن تک کھاری نمک میں رکھا جاتا۔ پھر لاش کو دھویا جاتا اور گوند بھرے کپڑے کی پٹیاں لاش پر لپیٹ دی جاتیں۔ جسم سے نکلنے والا بھیجہ اور انتڑیاں وغیرہ ایسے ظروف میں رکھی جاتی تھیں جن پر نقش و نگار بنے ہوتے تھے۔ یہ ظروف فرعون کی حنوط شدہ کے ساتھ ہی رکھ دیئے جاتے تھے اور لاش تابوت میں بند کر کے حرم میں رکھ دی جاتی۔"

ڈیوڈ نے تابوت کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ فرعون رامسس کی پٹیوں میں لپیٹی لمبی ممی ان کے سامنے تھی۔ تابوت کے اندر بھی پرانی مصری زبان میں فرعون کے کارنامے لکھے تھے۔ اچانک بوڑھے گائیڈ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ لرزتی آواز میں انگلی سے اشارہ کرتا ہوا بولا۔

"وہ کیا ہے؟"

ڈیوڈ اور عنبر کی نگاہوں نے بوڑھے کی انگلی کا تعاقب کیا تو انہیں بھی وہ چیز نظر آ گئی۔ ڈیوڈ تو دہشت کے مارے

سر سے پاؤں تک کانپ اٹھا۔ ممی کے پہلو میں ایک کٹا ہوا ہاتھ پڑا تھا۔ یہ ہاتھ بالکل صحیح حالت میں تھا جیسے ابھی ابھی کسی انسان کے جسم سے علیحدہ کیا گیا ہو۔

عنبر نے غور سے دیکھا ہاتھ کی انگلیاں چھ تھیں۔ لمبی اور موٹی چھ انگلیاں۔ عنبر نے ہاتھ بڑھا کر ہاتھ کو چھوا تو اسے یوں لگا جیسے اس نے کسی زندہ ہاتھ کو چھوا ہے۔ کٹے ہوئے ہاتھ میں زندگی کی گرماہٹ موجود تھی۔ ڈیوڈ نے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا۔

"یہ کیا ہے؟"

"اسے چھو کر دیکھو"

ڈیوڈ نے عنبر کے کہنے پر کٹے ہاتھ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا پھر جونہی اس کے ہاتھ نے اُس ہاتھ کو چھوا۔ کمرہ ڈیوڈ کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ ڈیوڈ نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔ وہ چلایا۔

"یہ ہاتھ۔ یہ ہاتھ زندہ ہے۔ اُف مائی گاڈ۔ کٹا ہوا ہونے کے باوجود زندہ ہے"

بوڑھے گائیڈ کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خدا ہمیں اپنی امان میں رکھے۔ مسٹر ڈیوڈ جلدی جلدی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خزانہ نکال کر لے چلو کہیں کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے"
عنبر نے کہا۔

"اب بھی وقت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ لاش کو ہاتھ لگائے بغیر تابوت کو بند کر کے اس ہرم سے نکل جائیں۔"
ڈیوڈ یہ سن کر کہنے لگا۔

"ہرگز نہیں۔ میں نے انگلستان سے مصر تک کا سفر خزانے کے لئے کیا ہے۔ میرے ہزاروں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ میں خزانہ حاصل کئے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔"

عنبر نے کچھ نہ کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اس ضدی انگریز پر فرعون کا عذاب پڑے گا۔ قدیم مصری فرعون جھوٹ نہیں کہتے تھے۔

ڈیوڈ نے جھجکتے جھجکتے کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اس بار اس نے محسوس کیا کہ کٹے ہوئے ہاتھ میں گرماہٹ نہیں ہے۔ وہ ٹھنڈا پڑا تھا اس نے ہاتھ اٹھا لیا اور بولا۔
مجھے وہم ہوا تھا۔ یہ کٹا ہاتھ کس طرح زندہ ہو سکتا ہے۔ لگتا ہے اسے کسی خاص محلول کی مدد سے ایسا بنا دیا گیا کہ یہ ہمیشہ صحیح حالت میں رہے۔"

ڈیوڈ نے فرعون کی ممی تابوت سے نکال کر فرش پر رکھ دی۔ ممی پر لپیٹی جانے والی پٹیاں زرد ہو چکی تھیں۔ کنول کے

پھولوں کی خشک ڈنڈیاں ان پٹیوں میں پھنسی ہوئی تھیں۔ قدیم مصریوں کے نزدیک کنول کا پھول حیات جاوید کی نشانی تھی۔ فرعون راعمس کی ممی کو تابوت میں رکھتے وقت کنول کے پھول بھی رکھے گئے تھے جو اب خشک ہو چکے تھے۔

ڈیوڈ نے جیب سے شکاری چاقو نکالا اور ممی پر لپٹی پٹیاں کاٹنے لگا۔ کئی ہزار سال پرانے کپڑوں کی پٹیاں بڑی آسانی سے کٹ گئیں۔ فرعون راعمس کی حنوط شدہ لاش ان کے سامنے تھی۔ وہ فرعون جس نے بڑی شان و شوکت سے مصر پر حکومت کی وہ اب بے بس پڑا تھا۔ ہاں ہزاروں برس کا عرصہ اس کے جسمانی خدوخال کو بگاڑ نہ سکا تھا۔

ڈیوڈ نے چاقو لاش کے پیٹ میں داخل کر دیا۔ پیٹ کا چیرنا تھا کہ اندر سے مرغی کے انڈے برابر سرخ یاقوت لڑھکتا ہوا باہر آ گیا۔ ڈیوڈ نے جھپٹ کر یاقوت اٹھا لیا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں پھر اس نے فرعون کی لاش کے چرے ہوئے پیٹ میں ہاتھ ڈالا اور جب ہاتھ مٹھی کی شکل میں باہر آیا تو اس میں جگمگ جگمگ کرتے ہیرے تھے۔

ڈیوڈ نے قہقہہ لگایا اور چلایا۔
"میں نے فرعون کا خزانہ پا لیا۔ ہا ہا ہا۔ اب میں دنیا کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سب سے مالدار شخص ہوں۔"

فرش پر ہیروں کا ڈھیر لگ گیا۔ سونے کی ڈلیاں اور زیورات علیحدہ تھے۔ ڈیوڈ نے ہیروں اور زیورات کو کپڑے کے ایک تھیلے میں باندھ لیا۔ اور بولا۔

"چلو یہاں سے نکل چلیں۔ باہر جا کر خزانہ بانٹ لیں گے۔"

عنبر نے آگے بڑھ کر فرعون کی لاش اٹھائی اور تابوت میں رکھ دی۔ کٹی ہوئی پٹیاں ڈھیر کر دیں۔ عنبر نے لاش کے چہرے پر نظر ڈالی۔ یکایک اسے یوں لگا جیسے فرعون کی ہزاروں برس پرانی لاش نے آنکھیں جھپکی ہیں۔ عنبر نے غور سے دیکھا۔ سب کچھ ویسا ہی تھا۔ اسی وقت ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"عنبر۔ اب اس لاش کو دفع کرو۔ چلو اس پُراسرار ہرم سے نکل چلیں۔"

عنبر نے ایک نظر تابوت پر ڈالی پھر تابوت کے پاس بنے چھوٹے سے چبوترے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جہاں ڈیوڈ نے کٹا ہوا ہاتھ رکھا تھا مگر — مگر وہ ہاتھ اب وہاں نہیں تھا۔ کٹا ہوا ہاتھ غائب ہو چکا تھا۔ عنبر نے تابوت میں پٹیاں ہٹا کر دیکھا۔ ہاتھ موجود نہ تھا۔ عنبر کی سمجھ میں نہ آیا کہ کٹا ہوا ہاتھ خود بخود کہاں غائب ہو گیا ہے۔

اس نے ڈھکن بند کر دیا اور بولا۔

"وہ کٹا ہوا ہاتھ کہاں گیا۔ تابوت میں تو نہیں ہے"

"کیسا۔" ڈیوڈ اور بوڑھے گائیڈ نے یک زبان ہو کر کہا۔

اسی وقت انہیں ہنسی کی آواز سنائی دی۔ تینوں چونک اٹھے انہوں نے دیکھا کمرے کی شمالی دیوار میں سے ایک سفید سایہ نکلا اور ہوا میں تیرتا ہوا جنوبی دیوار میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔ ڈیوڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہاں روحوں کا ڈیرہ ہے۔ نکل چلو"

ڈیوڈ اور بوڑھا گائیڈ باہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ عنبر بڑے اطمینان سے ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

O

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فرعون کا انتقام

غلام گردشوں سے گزر کر وہ اس دروازے تک پہنچے۔ جہاں وہ حسنی کو چھوڑ گئے تھے۔ مگر حسنی وہاں سے غائب تھا۔ بوڑھے گائیڈ نے گھبرا کر پوچھا۔

"حسنی کہاں گیا؟"

ڈیوڈ نے کہا۔ "ڈر کر باہر بھاگ گیا ہو گا۔"

لیکن حسنی باہر نہیں گیا تھا۔ وہ وہیں موجود تھا مگر اس حالت میں کہ کسی کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا تھا

عنبر نے اپنی مشعل بلند کی تو پرے دیوار کے ساتھ لگا بیٹھا حسنی نظر آ گیا۔ اُف بڑا بھیانک منظر تھا۔ بوڑھا گائیڈ تو چیخ مار کر گر پڑا۔ ڈیوڈ کے ہاتھ سے بھی مشعل گر گئی۔ حسنی کے گنجے سر پر پرندہ راع اپنے پنجے جمائے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی چونچ سے حسنی کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ اس کی سرخ منحوس آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر پرندے راع نے ایک ہولناک چیخ ماری اور

اپنے بھاری پروں کو حرکت دیتا ہوا آہستہ آہستہ یوں ڈیوڈ کی طرف آنے لگا جس طرح آج کل آپ سلو موشن دیکھتے ہیں۔ اس کے پنجے پھیلے ہوئے تھے۔ عنبر نے بڑی پھرتی سے تلوار نکال لی پھر جونہی راع حملہ آور ہوا۔ عنبر نے تلوار کا بھرپور وار کیا۔ راع کا ایک پر زخمی ہو گیا۔ اس نے چیختے ہوئے اپنی چونچ عنبر کے منہ پر ماری۔ اس کی چونچ ٹوٹ گئی۔ راع نے درد سے چلاتے ہوئے اوپر اٹھنا چاہا مگر عنبر نے تلوار گھما دی۔ تلوار راع کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرتی چلی گئی۔ اس کا لاشہ فرش پر آ گرا اور تڑپنے لگا۔

عنبر نے بوڑھے گائیڈ کو اٹھایا اور ڈیوڈ سے بولا۔

"اس سے پہلے کہ کوئی نئی مصیبت نازل ہو یہاں سے نکل چلو۔"

ڈیوڈ گرتا پڑتا چل دیا۔ وہ طویل سرنگ سے گزر کر کھلے صحرا میں آ گئے۔ تازہ ہوا کے جھونکوں نے ان کے جسموں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ اونٹ اپنی جگہ پر موجود تھے۔ بوڑھے گائیڈ کو ہوش آ گیا تھا لیکن خوف کے مارے اس کا برا حال تھا۔ وہ سب اونٹوں پر سوار ہو کر چل دیئے۔ وہ جلد از جلد اس ہرم سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دور ہو جانا چاہتے تھے۔

رات کے آخری پہر تک وہ مسلسل سفر کرتے رہے اس دوران وہ ایک نخلستان کے قریب پہنچ چکے تھے تھکاوٹ کے مارے ان کا برا حال تھا۔ انہوں نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اونٹوں سے خیمے اتار کر نصب کر دیئے گئے۔ قہوہ پینے کے بعد ڈیوڈ نے بڑی عجیب نظروں سے عنبر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم بڑے پر اسرار قسم کے آدمی ہو۔ ڈرنا تو گویا تم نے سیکھا ہی نہیں۔"

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"میں بھی آپ کی طرح عام انسان ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ جب موت نے آنا ہے تو کوئی نہیں بچا سکتا اور جب تک زندگی ہے کوئی نہیں مار سکتا۔ ہر مسلمان کا یہی ایمان ہوتا ہے۔ اسی لئے میں ڈرتا نہیں ہوں۔"

ڈیوڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں ۔۔۔ مسلمانوں کا مذہب اسلام سچا ہے۔ جو مسلمان سچے اور پکے ایمان والے ہوتے ہیں وہ سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ مگر عنبر اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ تم کچھ پر اسرار طاقتیں بھی رکھتے ہو۔"

عنبر جواب میں مسکرا دیا۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد تینوں اپنے اپنے خیمے میں چلے گئے۔ رات چیونٹی کی طرح رینگ رہی تھی۔ صحرا میں ٹھنڈک چھائی ہوئی تھی۔ عنبر اپنے بستر پر لیٹا کٹے ہوئے ہاتھ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

عنبر نے جب کٹے ہاتھ کو چھوا تھا تو اس میں زندگی کی گرماہٹ موجود تھی۔ آخر کٹا ہاتھ زندہ کس طرح تھا اور پھر کہاں غائب ہو گیا۔ کیا اس میں کوئی طلسم پوشیدہ ہے۔ اور وہ کٹا ہوا ہاتھ تھا کس کا۔ فرعون راعمس کی ممی کے تو دونوں ہاتھ سلامت تھے۔ عنبر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا وہ انہی خیالوں میں کھویا سو گیا۔

صبح سویرے ایک تیز چیخ نے عنبر کو اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ بستر سے نکل کر بوڑھے گائیڈ کے خیمے کی طرف دوڑا۔ چیخ کی آواز ادھر ہی سے آئی تھی۔ خیمے کے دروازے میں ڈیوڈ کھڑا تھا۔ اس کا رنگ فق تھا اور وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔

"کیا ہوا ڈیوڈ؟"

خیمے میں داخل ہوتے ہی عنبر کو اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ اندر کے منظر نے اسے دہلا دیا۔ خیمے میں بوڑھے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گائیڈ کی لاش پڑی تھی۔ اس کی موت انتہائی دہشت اور اذیت ناک حالات میں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں باہر کو اُبلی ہوئی تھیں۔ چہرے کا رنگ کوئلے کی طرح سیاہ پڑ گیا تھا۔ ناک، کان اور منہ سے خون کے لوتھڑے نکل کر زمین پر جم گئے تھے۔ بھیانک انداز میں کھلے منہ سے زبان نصف کے قریب باہر نکلی ہوئی تھی اور ۔۔۔ اور اس کی گردن پر انگلیوں کے سرخ نشان تھے۔

یہ نشان چھ تھے۔ بوڑھے گائیڈ کا گلا کٹے ہوئے زندہ ہاتھ نے گھونٹ دیا تھا۔ ڈیوڈ دروازے میں انتہائی دہشت کے عالم میں کھڑا یہ بھیانک منظر دیکھ رہا تھا۔ عنبر بھی پریشان ہو گیا۔ کٹے ہوئے ہاتھ نے ایک انسان کی جان لے لی تھی۔ فرعون رامس نے انتقام لینا شروع کر دیا تھا۔

عنبر نے بوڑھے کی لاش کو چھوا تو اچانک ہی لاش میں حرکت پیدا ہوئی اور اس کے نیچے سے کٹا ہوا زندہ ہاتھ نکل کر فضا میں بلند ہو گیا۔ ڈیوڈ نے یہ دیکھا تو چیخیں مارتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ کٹے ہوئے ہاتھ کی انگلیاں بار بار کھل اور بند ہو رہی تھیں۔ جیسے وہ کسی کی گردن دبوچ لینے کے لئے بے قرار ہو۔ پھر کٹا ہوا ہاتھ فضا

میں تیرتا ہوا خیمے سے نکل گیا۔

عنبر بھی بھاگا۔ ڈیوڈ کی جان خطرے میں تھی۔ وہ پاگلوں اور دیوانوں کی طرح چیخیں مارتا صحرا میں بھاگا جا رہا تھا۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کٹا ہوا ہاتھ اس کے سر پر جا پہنچا۔ اس نے عقاب کی طرح غوطہ کھایا اور اس کی انگلیاں ڈیوڈ کے گلے سے لپٹ گئیں۔ ڈیوڈ صحرا کی ٹھنڈی ریت پر گر پڑا۔

وہ جان کنی کی حالت میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ زبان منہ سے باہر نکل آئی تھی۔ گلے میں خرخراہٹ ہونے لگی اور آنکھیں حلقوں سے اُبل آئیں۔ کٹے ہوئے زندہ ہاتھ نے ڈیوڈ کا گلا گھونٹ کر اسے بھی مار دیا۔ مرتے ہی ڈیوڈ کا رنگ یک لخت سیاہ پڑ گیا۔ اور اس کے منہ سے گاڑھے خون کے لوتھڑے نکلنے لگے۔

کٹا ہوا ہاتھ اب فضا میں معلق تھا۔

عنبر ڈیوڈ کی لاش کے پاس پہنچا تو کٹا ہوا ہاتھ آہستہ آہستہ جیسے بہت وزنی ہو۔ اس کی طرف آنے لگا۔ اسی وقت فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی پھیل گئی۔ ایک دم گاڑھا دھواں ریت میں سے اٹھا۔ اس دھوئیں نے ایک بڑے سانپ کی شکل اختیار کر لی جس پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوا تھا۔ اور اس بوڑھے کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔

ہاتھ جہاں سے کٹا ہوا تھا وہاں سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ مگر یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی غائب ہو جاتا تھا۔ بوڑھے کا سر منڈا ہوا تھا۔ ماتھے پر تین سرخ لکیریں تھیں۔ اس نے پرانے مصری کاہنوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ لمبا نیلا اور سیاہ کُرتہ۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہ ہزاروں سال پہلے کا کوئی مصری کاہن ہے۔ بوڑھا کاہن عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرایا پھر اس کے ہونٹ ہلے اور صحرا میں آواز گونجی۔

"اے لافانی عنبر — میں کاہن اعظم میموس ہوں۔ فرعون رائمس کے دربار کا کاہن۔ میں جانتا ہوں کہ تم بھی ایک فرعون کی اولاد ہو مگر تمہارے سامنے فرعون رائمس کی لاش اس آدمی (ڈیوڈ) نے چیری اور تم دیکھتے رہے۔ انہوں نے فرعون کا شاہی خزانہ نکال لیا لیکن تم نے کچھ نہ کہا۔ اس خزانے کو فرعونوں کے شاہی خاندان کا کوئی فرد ہی لے سکتا ہے۔"

بوڑھا کاہن کہہ رہا تھا۔

"فرعون رائمس جب مرنے لگا اور اس نے اپنا ہرم بنوایا تو مجھے بلایا اور کہا۔"

"اے میموس — کاہن اعظم۔ میں قریب المرگ ہوں تم اپنی نگرانی میں میری لاش کو حنوط کرانا اور میرا سارا خزانہ میرے ساتھ رکھ دینا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد لوگ میرا خزانہ نکالنا چاہیں گے۔ لہٰذا اے میموس کوئی ایسا بندوبست کر کہ میری موت کے بعد شاہی خاندان کے علاوہ کوئی میرا کوئی خزانہ نہ لے سکے۔"

میں نے فرعون رائمس کا حکم مانا۔ پہلے میں نے دس کمسن بچوں کے خون میں اپنے اس ہاتھ کو نہلایا پھر منتر پڑھ کر اسے بازو سے کاٹ دیا۔ اور فرعون رائمس کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔

"میرے جادو کے اثر سے جب تک اس دنیا میں ہوا اور پانی ہے میرا کٹا ہاتھ بھی زندہ رہے گا۔ اور جو بھی تمہارا خزانہ نکالے گا یہ ہاتھ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

فرعون نے یہ سُنا تو خوش ہو گیا۔ اس نے مجھے سونے میں تلوایا — چند ماہ بعد جب فرعون مر گیا تو میں نے اس کی لاش حنوط کروانے کے بعد خزانہ اس کے پیٹے میں بھروا دیا اور تابوت میں رکھنے کے بعد

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنا کٹا ہوا ہاتھ بھی تابوت میں رکھ دیا تاکہ یہ فرعون کے خزانے کی حفاظت کرتا رہے۔

بوڑھے کاہن کی آواز صحرا میں گونج رہی تھی۔

"وہ دن اور آج کا دن میرا کٹا ہوا ہاتھ خزانے کی حفاظت کر رہا ہے۔ جو بھی خزانہ چرانے آتا میرا ہاتھ اسے مارنے کے بعد ہرم سے باہر پھینک دیتا۔ ان دونوں کو بھی کٹا ہوا ہاتھ ہرم میں ہی مار ڈالتا مگر ان کے ساتھ تم تھے۔ فرعون کے شاہی خاندان کے فرد۔ اس لئے کٹا ہوا ہاتھ فوراً اس سے بھیانک انتقام نہ لے سکا۔

مجھے آسمان کی چھٹی منزل پر روحوں کے دیس میں جانا پڑا۔ جہاں فرعون راعمس کی روح ہے۔ فرعون راعمس کی روح نے مجھے اس بات کی اجازت دے دی کہ میرا کٹا ہاتھ ان دونوں کو ہلاک کر دے — تم اگرچہ ان کے ساتھ تھے مگر تم نے خزانے کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اگر تم خزانے کو چھو لیتے تو کٹا ہوا ہاتھ وہیں گل سڑ جاتا۔ کیونکہ خزانہ فرعون راعمس کی وصیت کے مطابق شاہی خاندان کے فرد کے پاس پہنچ جانا تھا۔ اور میرے کٹے ہاتھ کا فرض پورا ہو

جانا تھا۔ مگر اب یہ خزانہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

تم نے فرعون راعمس کی لاش کو چرتے دیکھا اور کچھ نہ کہا بلکہ ان کا ساتھ دیا — آہ ابھی نجانے کب تک میرا کٹا ہاتھ اس خزانے کی حفاظت کرتا رہے گا —" اچھا عنبر الوداع — الوداع — الوداع"

مصری کاہن خاموش ہو گیا اور دھواں چھٹنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ غائب ہو گیا۔ کٹا ہوا ہاتھ فضا میں پرواز کرتا ہوا سیدھا ڈیوڈ کے خیمے میں گیا جب وہ باہر آیا تو اس میں خزانے والا تھیلا دبا ہوا تھا ہاتھ خزانہ لئے فرعون کے مقبرے کی طرف روانہ ہو گیا۔

ڈیوڈ کی لاش عنبر کے قدموں میں پڑی تھی۔ وہ انگلستان سے خزانہ لینے آیا تھا مگر اسے موت ملی۔ عنبر نے دو گڑھے کھود کر ڈیوڈ اور بوڑھے گائیڈ کی لاشیں دفن کیں اور ایک اونٹ پر سوار ہو کر صحرا میں چل پڑا۔

شہر پہنچ کر عنبر نے بندرگاہ کا رخ کیا ہندوستان جانے والا جہاز ایک دن بعد روانہ ہونا تھا۔ عنبر نے کپتان سے ٹکٹ خریدا۔ یہ ٹکٹ لوہے کا ایک چوکور ٹکڑا تھا۔ جس پر کچھ نشان

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بنے ہوئے تھے۔ لوہے کے اس ٹکڑے کو دکھا کر وہ جہاز میں سوار ہو سکتا تھا۔ اگلے دن جہاز نے لنگر اٹھائے اور کھلے سمندر میں ہندوستان کی طرف سفر کرنے لگا۔

○

آتشی بلّی

اب ذرا ماریا کی خبر لی جائے۔

اسے ٹھنڈے تابوت میں پڑے آج دوسرا دن تھا۔ اس دوران عقرب جادوگر ایک بار بھی اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ ماریا کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے ذہن پر آہستہ آہستہ ایک غبار سا چھاتا جا رہا ہے۔ اور اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو رہی ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ اگر اس کے ذہن پر غبار پوری طرح چھا جاتا تو اس نے عقرب جادوگر کا غلام بن جانا تھا۔

ماریا کو سخت بھوک اور پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس کی جسمانی طاقت کمزور ہو گئی تھی اور حلق خشک ہو چکا تھا۔ جیسے اس میں کانٹے اُگ آئے ہوں۔

ادھر عقرب جادوگر اپنے خاص کمرے میں مقدس کھوپڑی کے آگے جھکا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اے مقدس کھوپڑی۔ زندہ ہو جا۔ تیرا غلام تجھ سے مشورہ چاہتا ہے۔"

اچانک کمرہ لرزنے لگا۔ کھوپڑی کا رنگ تبدیل ہوتے ہوتے سُرخ ہو گیا اور ٹوٹے ہوئے جبڑے سے زرد زبان باہر لٹکنے لگی۔ کمرے میں ایک لمبی سسکار گونجی۔

"بول اے عقرب دیوتا کے پجاری۔ مجھے کس لئے تو نے نیند سے بیدار کیا ہے؟"

عقرب جادوگر نے کھوپڑی کو سجدہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ میں بھی غیبی عورت کی طرح دوسروں کی نظروں سے غائب ہو سکوں۔ میں لوگوں کو دیکھوں مگر وہ مجھے نہ دیکھ سکیں اور جب چاہوں میں ظاہر ہو جاؤں۔"

کھوپڑی کی زرد زبان لمحہ بھر کے لئے ساکت ہو گئی۔ عقرب جادوگر کی نظریں کھوپڑی پر جمی ہوئی تھیں اس کے سر پر بیٹھا بچھو بھی اپنی چھوٹی چھوٹی مگر خوفناک آنکھوں سے کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا اور اس کا ڈنک بڑے بھیانک انداز میں حرکت کر رہا تھا۔ کھوپڑی کی زبان ہلی اور آواز گونجی۔

"ہاں ایسا ممکن ہے مگر اس کے لئے تجھے تاریک جزیرے

جانا ہوگا۔ اگر تو تاریک جزیرے سے آتشی بتی لانے میں کامیاب ہو گیا تو میں تجھے وہ جادو بتا سکوں گی جسے مکمل کر کے تُو جب چاہے گا دوسروں کی نظروں سے غائب ہو سکے گا۔ مگر ـــ"

کھوپڑی چپ ہو گئی۔ جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پھر کہنے لگی۔

"مگر ایک بات دھیان سے سن لے۔ تو غیبی عورت (ماریا) کے سنہری بال کاٹ کر جائے گا اور اس سے پہلے کہ غیبی عورت کے بال دوبارہ اُگ سکیں تجھے واپس لوٹنا ہوگا۔ یاد رکھ۔ غیبی عورت کے بال ایک مہینے کے اندر اندر اُگ آئیں گے۔ اور اگر تو نے واپس آ کر دوبارہ اس کا سر نہ مونڈا تو تیرا سارا طلسم غارت ہو جائے گا اور تُو جل کر مر جائے گا۔"

کھوپڑی کی بات سُن کر ایک بار تو عقرب جادوگر گھبرا گیا کہ وہ ماریا کے بال دوبارہ اُگنے سے پہلے نہ آسکا تو جان سے جائے گا۔ مگر پھر حوصلہ کر کے بولا۔

"اے کھوپڑی مجھے بتا۔ آتشی بتی تاریک جزیرے میں کس جگہ رکھی ہوئی ہے۔"

زرد اور لمبی زبان حرکت میں آ گئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آتشی بلی - جزیرے کے قبرستان میں موجود قلعے کے تہہ خانے میں ہے اور اس کا محافظ ایک مردہ ہے۔ جو قبرستان پر حکومت کرتا ہے۔ وہ بڑا طاقت ور مردہ ہے۔"

عقرب جادوگر نے بڑے غصے سے گردن ٹیڑھی کی اور زمین سے اُچھل کر چنگھاڑا۔

"وہ مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہوسکتا۔ اگر اس نے مجھ سے اُلجھنے کی کوشش کی تو میں اسے فنا کر دوں گا۔"

کھوپڑی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا رنگ بدل گیا تھا اور زبان اندر چلی گئی تھی۔ عقرب جادوگر نے اپنے سر کے بچھو پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرا اور اس کمرے کی طرف چل دیا جہاں تابوت میں ماریا بے بس پڑی تھی۔

ماریا تابوت میں پڑی تھی کہ اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی آہستہ آہستہ چلتا ہوا تابوت کی طرف آ رہا تھا۔ پھر تابوت کا ڈھکن کھسک گیا۔ عقرب جادوگر کا منحوس چہرہ اس کے سامنے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار والا استرا تھا۔ عقرب جادوگر تابوت پر

جھک کر اُسترا ماریا کی آنکھوں کے سامنے لہرایا اور کہا۔

"اے غیبی عورت۔ ابھی تو اپنے سنہری بالوں سے محروم ہو جائے گی۔"

ماریا جواب نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے منہ میں زبان پتھر کی ہو چکی تھی۔ عقرب جادوگر نے اُسترے سے ماریا کا سر مونڈنا شروع کر دیا۔ ماریا کے لمبے اور سنہری بال کٹ کٹ کر تابوت میں گرنے لگے۔ ماریا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مگر عجیب بات یہ ہوئی کہ آنسو بھی آنکھوں سے باہر آتے ہی پتھر کے بن جاتے تھے۔

بال کاٹنے کے بعد عقرب جادوگر نے قہقہہ لگایا اور کمرے سے نکل گیا۔ بے بس ماریا آنسو بہاتی رہ گئی اسے عنبر اور ناگ کی یاد شدت سے ستانے لگی۔ اُس نے سوچا اگر میرے نیک اور بہادر بھائیوں کو میری اس حالت کا علم ہو جائے تو وہ عقرب جادوگر کو کچا چبا جائیں۔

عقرب جادوگر اسی وقت تاریک جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ سمندر کی حفاظت اس نے خرگوش چڑیل کے سپرد کر دی تھی اور اس وقت وہ کھلے سمندر میں کشتی چلاتا ہوا تاریک جزیرے کی طرف رواں دواں تھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چار دن کے مسلسل سفر کرنے کے بعد سرمئی رنگ کی ایک گہری لکیر نظر آنے لگی۔ پھر یہ لکیر واضح ہوتی چلی گئی عقرب جادوگر اب دونوں ہاتھوں سے تیزی سے چپو چلا رہا تھا۔ شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ کشتی تاریک جزیرے کے ساحل کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔

جزیرے پر اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں اور ان پہاڑیوں کے دامن میں گھنا جنگل نظر آ رہا تھا۔ جلد ہی عقرب جادوگر ساحل پر پہنچ گیا اور کشتی کو کھینچ کر کنارے پر لانے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عقرب جادوگر جنگل کی طرف چل دیا۔ یہ بڑا آسیبی قسم کا جنگل تھا۔ ہیبت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کوئی پرندہ یا جانور نہ تھا۔ ہوا ٹھہری ہوئی تھی کسی درخت یا جھاڑی کی شاخ تک نہیں ہل رہی تھی۔ گنجان اور گھنا جنگل تھا۔ قد آور درخت جابجا تھے اور ان کی شاخیں آپس میں اس طرح ملی ہوئی تھیں کہ سورج کی روشنی بمشکل نیچے تک آتی ہو گی۔ اس جزیرے پر دن کے وقت بھی ہلکا اندھیرا چھایا رہتا تھا اس لئے یہ تاریک جزیرہ کہلاتا تھا۔ اس وقت آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اس لئے اندھیرا کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تھا۔

عقرب جادوگر چلا جا رہا تھا یکایک اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا مگر کوئی نہ تھا۔ وہ سمجھا شاید اسے وہم ہوا ہے وہ دوبارہ چلنے لگا مگر قدموں کی چاپ بدستور سنائی دے رہی تھی۔ جیسے کوئی اس کے پیچھے چلا آ رہا ہو۔ عقرب جادوگر منتر پڑھنے لگا۔ منتر پڑھ کر اچانک وہ پلٹا اور زوردار پھونک ماری۔

پھونک مارتے ہی ایک بھتنی ظاہر ہو گئی۔ مکروہ شکل والی کالی بھتنی۔ جس کی ناک طوطے ایسی چونچ نما تھی۔ اور آنکھوں میں سرخی تھی۔ اس کے پاؤں الٹے تھے اور وہ دانت نکال کر ہنس رہی تھی عقرب جادوگر نے اپنی زندگی میں کئی بھتنیاں اور چڑیلیں دیکھی تھیں۔ وہ ذرا برابر نہ گھبرایا اور بولا۔

"کیوں اپنی زندگی گنوانا چاہتی ہے۔ جا چلی جا یہاں سے۔ ورنہ بھسم کر دوں گا۔"

بھتنی نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بڑے بھیانک انداز میں چیخ ماری۔ اس کی حلق سے خرخراہٹ ایسی آواز نکلنے لگی۔ جو کہہ رہی تھی۔

"بڑے دنوں کے بعد آج مجھے ایک انسان کا خون

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پینے کو ملا ہے۔ ہا ہا ہا۔ میں تمہاری گودے بھری ہڈیاں چھوڑدوں گی۔"

عقرب جادوگر یہ سُن کر گرجا۔

"نابجار۔ تو ایسے نہیں ٹلے گی۔ ابھی تیرا علاج کرتا ہُوں۔"

اس نے اپنے سر پر بیٹھے بچھو کو حکم دیا۔

"اے زہریلے بچھو۔ اس بھتنی کو ڈنک مار۔ اپنا سارا زہر اس کے جسم میں انڈیل دے۔ تاکہ یہ پانی بن کر بہہ جائے۔

بچھو نے اپنا ڈنک لہرایا اور اُڑتا ہُوا بھتنی پر جاگرا۔ اس کا لہراتا ڈنک بھتنی کے جسم میں داخل ہوگیا اور زہر اُگلنے لگا۔ بھتنی کو ایسا لگا جیسے اس کے جسم میں آگ دوڑنے لگی ہو۔ اس کی چیخوں سے جنگل کا سناٹا درہم برہم ہوگیا۔ اس نے بچھو کو نوچ کر پھینک دینا چاہا مگر بچھو تو اس طرح چمٹ گیا تھا جیسے اس کے بدن کا حصہ ہو۔

اپنا سارا زہر انڈیلنے کے بعد بچھو ہوا میں اڑتا ہوا عقرب جادوگر کے منڈے ہوئے سر پر آبیٹھا۔ بھتنی کی چیخیں اب دم توڑنے لگی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر گئی اور اس کا جسم نیلے رنگ کا پانی بن کر زمین میں

جذب ہوگیا۔ عقرب جادوگر قبرستان کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ بہت پرانا قبرستان تھا۔ اینٹوں کی خستہ چاردیواری میں بکھری پڑی ساری قبریں ٹوٹی پھوٹی تھیں۔ جن پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ قبرستان میں داخل ہوتے ہی عقرب جادوگر کو مُردوں کے کفن پر چھڑکے جانے والے مشک کافور کی بو آئی۔ وہ پریشان ہوگیا۔ کہ مردے کی تازہ بو کیسے آرہی ہے جبکہ قبرستان میں موجود قبروں کی حالت بتاتی تھی کہ وہ سینکڑوں برس پرانی ہیں۔

ان قبروں کے سرہانے لگے کتبے یعنی پتھر گر چکے تھے البتہ ہر قبر کے سرہانے ایک انسانی مجسمہ لگا ہوا تھا۔ عقرب جادوگر ان مجسموں کے درمیان سے ہوتا ہوا قلعے کی طرف بڑھنے لگا جس کے کھنڈرات دور ہی سے نظر آرہے تھے۔ وہ ایک مجسمے کے پاس سے گزرنے لگا تو اچانک مجسمے کے پتھریلے ہونٹ ہلے اور آواز آئی۔

"بھاگ جاؤ۔ اس قبرستان سے فوراً نکل جاؤ ورنہ تمہارا حشر بہت بُرا ہوگا۔"

عقرب جادوگر نے مجسمے سے کہا۔

"کس مائی کے لال میں یہ ہمت ہے کہ مجھ سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مقابلہ کرے۔ میں اسے تباہ کر دوں گا۔"

مجسمے نے اپنی آنکھیں جھپکیں۔ پھر اس کے پتھریلے ہونٹوں سے آواز نکلی۔

"تو بدبخت ہے۔ میں تیری بری حالت دیکھ رہا ہوں جا بھاگ جا ورنہ تو لعنتی ہوگا۔"

عقرب جادوگر غصہ آ گیا۔ اس نے بڑے زور سے پتھر کے مجسمے کے سر پہ مکا مارا۔ قبرستان میں زوردار چیخ گونجی اور مجسمہ بھربھری مٹی کی طرح زمین پر گر گیا۔ عقرب جادوگر آگے چل پڑا۔ وہ قبروں میں سے گزرتا ہوا قلعے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اچانک کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

عقرب جادوگر وہیں رک گیا اس نے اپنے کندھے کی طرف دیکھا۔ جہاں ایک ہاتھ لٹکا ہوا تھا۔ سفید ہاتھ پر سیاہ بال جگہ جگہ اُگے ہوئے تھے۔ عقرب جادوگر نے مڑ کر یہ دیکھنا چاہا کہ یہ ہاتھ کس کا ہے اسی وقت پُراسرار ہاتھ نے اسے زوردار دھکا دیا عقرب جادوگر ایک کھلی قبر میں جا گرا۔ قبر میں گرتے ہی اسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور قبر کی زمین لٹو کی طرح گھومتی ہوئی نیچے جانے لگی۔ عقرب جادوگر نے قبر سے نکلنا

چاہا مگر ناکام رہا۔ گھومتی زمین بہت نیچے تک چلی گئی اور پھر رک گئی۔

اس کے رکتے ہی قبر کی داہنی دیوار میں ایک گول سوراخ پیدا ہو گیا جو اتنا بڑا تھا کہ آدمی جھک کر اس میں سے گزر سکتا تھا۔ اس سوراخ کے دوسری طرف روشنی ہو رہی تھی۔ عقرب جادوگر اس سوراخ میں، داخل ہو گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی ایک بڑا پتھر نیچے گر کر سوراخ پر جم گیا۔

عقرب جادوگر گھبرا گیا۔ اس نے پتھر کو ہٹانا چاہا۔ مگر اسے ایسا جھٹکا لگا کہ وہ اچھل کر کئی فٹ پرے جا گرا۔ اب اس قبر نما تاریک کمرے میں ایک معمولی، سوراخ بھی نہیں تھا۔ خدا جانے کدھر سے ہوا آ رہی تھی۔ کمرے میں مکروہ شکل بڑھیا کی کھوپڑی میں کافوری چراغ روشن تھا۔ جس کی مدھم زرد روشنی میں ماحول بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔ عقرب جادوگر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ کس طلسم میں آ پھنسا ہے۔

اسی وقت چھت کے پاس ایک شعلہ جلا اور بجھ گیا۔ پھر وہاں ایک ڈھانچے کی شبیہہ ابھرنے لگی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہڈیوں کے ڈھانچے کا سر اس کی گردن پر نہیں تھا بلکہ اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ اس کا باقی سارا جسم استخوانی تھا مگر سر گوشت پوست کا تھا جیسے کسی زندہ انسان کا ہوتا ہے۔

اس کی کالی آنکھیں چمک رہی تھیں اور ہونٹ یوں سرخ تھے جیسے وہ ابھی ابھی لہو پی کر آیا ہو۔ سر نے ایک قہقہہ لگایا اور غزاتی آواز آئی۔

"اے جادوگر۔ تو میری آتشی بلی لینے آیا تھا مگر اب تو ساری زندگی اسی قبر میں قید رہے گا۔ اور بھوکا پیاسا مر جائے گا۔ میں اس قبرستان کا حکمران مردہ ہوں۔ تجھے کوئی میری قید سے نہیں نکال سکتا۔"

عقرب جادوگر نے جلدی جلدی جادو پڑھ کر پھونکا۔ مگر اس کا سارا جادو بے کار گیا۔ سر نے کہا۔

"اے جادوگر۔ یہاں تیرا کوئی منتر کام نہیں کرے گا۔ تیری ساری جادوئی طاقت ناکام رہے گی۔"

چھت کے پاس شعلہ جلا اور بجھا۔ ڈھانچے کی شبیہہ غائب ہونے لگی۔ عقرب جادوگر کے تو اوسان خطا ہو گئے۔

وہ چلایا۔

"اے پیارے مردے۔ مجھے آزاد کر دے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر ادھر نہ آؤں گا۔"

جواب میں ہنسی سنائی دی اور شبیہہ مکمل طور پر غائب ہو گئی۔ عقرب جادوگر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ سوچ سوچ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے کہ اگر ایک ماہ کے اندر اندر اس نے واپس پہنچ کر ماریا کے بال نہ کاٹے تو وہ مر جائے گا اور ——— اور اس تاریک قبر سے نجات کی کوئی راہ نہ تھی۔ ہر راستہ بند تھا۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھپھے کٹنی

عمرو جادوگر کو تاریک قبر میں چھوڑ کر ہم مریم کے پاس چلتے ہیں۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا، مریم کو بھکشوؤں کی قید سے نجات دلا کر دہلی اس کے گھر لے جا رہی تھی کہ ٹھگوں نے اسے اغوا کر لیا تھا اور اب وہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ اسے بیچنے لاہور آ رہے تھے۔

بحری جہاز سفر کرتا ہوا سندھ کے شہر دیبل (کراچی) پہنچا اور وہاں سے ٹھگوں کا سردار مریم اور دوسری لڑکیوں کو لے کر لاہور کے لئے روانہ ہوا۔ لاہور پر ان دنوں ہندو راجہ کی حکومت تھی۔ ٹھگوں کے سردار نے لاہور آ کر اپنے آدمیوں کو بلایا۔ جو یہاں لڑکیوں کو فروخت کرنے کا دھندہ کرتے تھے۔

بردہ فروش موہن نے جب مریم کو دیکھا تو بڑا خوش ہوا اور بولا۔

"واہ استاد بڑے وقت پر آئے ہو کل ہی مجھے ایک ساہوکار نے ایسی کنیز لانے کا کہا ہے جس کے بال سنہرے اور آنکھیں نیلی ہوں۔"

ٹھگ سردار نے یہ سن کر مونچھوں کو تاؤ دیا اور بولا۔

"اسے میں ایک ہزار سونے کی اشرفیوں کے عوض بیچوں گا۔ ایک دھیلا کم نہ ہو گا۔"

بردہ فروش موہن نے کہا۔

"استاد۔ آٹھ سو اشرفیوں کی بات کرو۔ ایک ہزار تو ساہوکار دے گا اور دو سو میرا حصہ ہو گا۔ اگر منظور ہے تو ابھی لڑکی کو میرے ساتھ بھیج کر دام کھرے کر لو۔"

مریم ایک کونے میں بیٹھی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ اسے اپنی حالت پر خود ہی ترس آ رہا تھا۔ ظالم انسان اس طرح بھاؤ تاؤ کر رہے تھے۔ جیسے بھیڑ بکری بیچنا ہو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے روتے ہوئے کہا۔

"ظالمو۔ مجھ پر رحم کرو۔ میرے بوڑھے ماں باپ کا میرے بغیر برا حال ہو گا۔"

"چپ" ٹھگ لال لال آنکھیں نکالتے ہوئے گرجا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کم بخت۔ تیرے رونے دھونے کا ہم پر کوئی اثر ہونے والا نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک تم ایسی کئی عورتوں کو ذبح کر چکا ہے۔ اب اگر تم روئیں تو خنجر مار کر تمہارا کام تمام کر دوں گا۔"

مریم سہم کر خاموش ہو گئی۔

بردہ فروش موہن اسے ساتھ لئے ہندو ساہوکار رام لعل کی حویلی میں آ گیا۔ رام لعل کالا سیاہ اور بھینسے کی طرح موٹا تھا۔ اس کا پھولا ہوا چہرہ دیکھ کر قبرستان کا بجّو یاد آ جاتا تھا۔ بردہ فروش موہن نے خوشامدی انداز میں کہا۔

"حضور مائی باپ۔ بڑی مشکل سے آپ کی پسند کے مطابق کنیز ڈھونڈ کر حاضر ہوا ہوں۔"

رام لعل نے اپنی سور ایسی موٹی گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے بہت خوش ہوا ہوں۔ میں اس کنیز کو اپنی بیوی بناؤں گا۔ بولو کتنے دام لوگے۔"

بردہ فروش موہن بولا۔

"حضور۔ آپ جوہری کی نظر رکھتے ہیں۔ ہیرے کی قدر پہچانتے ہیں خود ہی قیمت لگا لیجئے۔"

رام لعل نے مریم کو اس طرح دیکھا جیسے نظروں سے ہی ہڑپ کر جائے گا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پندرہ سو اشرفیاں کافی ہوں گی۔"

بردہ فروش موہن دل میں بڑا خوش ہوا۔ خوش کیوں نہ ہوتا۔ ٹھگ سردار کو آٹھ سو دینے کے بعد اسے مفت میں سات سو اشرفیاں مل رہی تھیں۔ مگر اس نے اپنی خوشی ظاہر نہ کی چاپلوسی سے بولا۔

"جیسا حضور مناسب سمجھیں۔"

ساہوکار رام لعل نے اسی وقت اشرفیوں کی تھیلی موہن کے حوالے کی اور بوڑھی کنیز کو بلا کر حکم دیا۔

"آج سے یہ کنیز تمہاری تحویل میں ہے۔ اسے خوب کھلاؤ پلاؤ اور خوب صورت کپڑے بنا کر دو۔ میں ٹھیک ایک ہفتے بعد اس سے شادی کروں گا۔"

مریم اس بدصورت اور بے ایمان ساہوکار سے ہرگز شادی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر وہ ایسے حالات میں پھنسی ہوئی تھی کہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ بوڑھی کنیز اسے لے کر حویلی کے زنان خانے میں آ گئی۔ بوڑھی کنیز نے بڑے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کہا۔

"گھبراؤ مت بیٹی۔ یہاں تم بڑی خوش رہو گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بیٹی کہنے پر مریم کو اپنے ماں باپ یاد آگئے وہ رونے لگی۔ اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"میں اس کالے کلوٹے سے ہرگز شادی نہیں کروں گی۔ چاہے مجھے جان ہی دینا پڑے۔"

بوڑھی کنیز نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا۔

"آہستہ بات کرو۔ اگر کسی نے سُن لیا تو قیامت آجائے گی۔ ساہوکار بڑا ظالم ہے اسے غصہ آجائے تو ہنٹروں سے مارتا ہے۔"

مریم نے کہا۔

"اماں ـــ تم نے مجھے بیٹی کہا ہے۔ کیا تم میری مدد نہیں کروں گی۔؟"

بوڑھی کنیز یہ سُن کر خاموش ہو گئی پھر کہنے لگی۔

"تم آرام کرو۔ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنی بیٹی یاد آگئی ہے جو ہیضے سے مر گئی تھی۔ وہ بالکل تمہارے ایسی تھی میں تمہارے لئے ضرور کچھ کروں گی۔"

مریم کے دل کو ڈھارس بندھی کہ کوئی تو اس کا ہمدرد ہے۔ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ یہ تو میٹھا زہر ہے۔ بوڑھی کنیز کی بغل میں چھری چھپی ہوئی ہے۔ جو اس پہ چلنے والی ہے۔

یہ بوڑھی کنیز بکی پھپھے کٹنی تھی۔ وہ کئی ساہوکاروں کے ہاں نوکری کر چکی تھی۔ اس کا کام ہی یہ تھا کہ جہاں خوب صورت لڑکی دیکھی اسے وہاں سے نکال کر فروخت کیا اور دولت کمائی۔ اس پھپھے کٹنی کنیز کا ایک بھانجا تھا وہ عیاری اور چالاکی میں اس سے بھی دو ہاتھ آگے تھا۔ پھپھے کٹنی لڑکی بیچنے کے لئے اس کے حوالے کرتی تھی۔ اور اب اس نے مریم کو بکوانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

شام ہوئی تو پھپھے کٹنی سامان خریدنے کا بہانہ کر کے حویلی سے نکلی اور سیدھی اپنے بھانجے کے پاس پہنچ گئی۔ بھانجا اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"کیوں خالہ، کوئی شکار ہاتھ لگا ہے۔"

پھپھے کٹنی آنکھیں مٹکا کر کہنے لگی۔

"بھانجے میں نے تمہارے لئے ایک ایسی چیز تلاش کی ہے کہ تمہاری طبیعت نہال ہو جائے گی۔"

"اچھا ــ" بھانجا زور سے ہنسا "کوئی راجکماری ڈھونڈ لی ہے تم نے۔"

پھپھے کٹنی بولی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ارے. راجکماری سے بھی زیادہ سُندر ہے وہ۔ خوب مہنگی بکے گی۔؟"

بھانجے نے کہا۔

"پھر پروگرام کیسا ہے۔ کب اسے میرے حوالے کرو گی"

پھپھے کٹنی عیاری سے بولی۔

"بھانجے۔ رشتے ناطے اپنی جگہ، یہ بتاؤ مجھے کتنے پیسے دوگے ؟"

"بڑی لالچی ہوگئی ہو خالہ" بھانجے نے کہا "اچھا میں تمہاری بات پر اعتبار کرتے ہوئے کہ لڑکی بڑی سندر ہے۔ اسے دیکھے بغیر ۴۰۰ اشرفیاں دینے کے لئے تیار ہوں۔"

پھپھے کٹنی ہاتھ نچا کر بولی۔

"منہ دھو رکھو بھانجے۔ ساہوکار نے اسے پندرہ سو میں خریدا ہے۔ میں تو پورے چھ سو لوں گی۔"

بھانجے نے ایک منٹ سوچ کر کہا۔ "منظور ہے"

پھپھے کٹنی کے دانت باہر نکل آئے خوشی سے بولی۔

"ٹھیک ہے تین دن کے بعد آدھی رات کو حویلی کے پچھلی طرف پہنچ جانا۔ لڑکی کھڑکی کے راستے باہر آئے گی۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔"

پھپھے کٹنی یہ کہہ کر چلی آئی۔

دو دن گزر گئے۔ مریم کی شادی کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی تھیں۔ ساہوکار کے کئی رشتے دار حویلی میں آ چکے تھے۔ مریم کو ہر وقت یہ خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں بوڑھی کنیز اپنے وعدے سے پھر نہ جائے مگر بوڑھی کنیز سے بات کرنے کے لئے اسے وقت ہی نہ ملتا تھا۔ اس کی نگرانی پر ساہوکار نے دو کنیزوں کو مقرر کر رکھا تھا۔

مریم نے کسی بہانے سے ان کنیزوں کو بھجوا کر پھپھے کٹنی کنیز کو بلا لیا اور کہا۔

"اماں۔ تم کس وقت کا انتظار کر رہی ہو۔ کہیں تم اپنا وعدہ تو نہیں بھول گئی ہو؟"

پھپھے کٹنی بولی۔

"گھبراؤ نہیں۔ آج رات تم تیار رہنا۔ میں نے اپنے بھانجے کو کہہ دیا ہے وہ رات کو حویلی کی پچھلی طرف دو گھوڑے لے کر تیار کھڑا ہوگا۔"

یہ سُن کر مریم کی جان میں جان آئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پھپھے کٹنی اسے کنوئیں سے نکال کر دریا میں پھینکنے جا رہی ہے۔ رات ہوئی تو پھپھے کٹنی کنیزوں اور عورتوں سے بچ بچا کر مریم کے کمرے میں آ گئی۔ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ہاتھ میں ایک موٹی اور لمبی رسّی تھی۔ اس نے رسّی کھڑکی سے باندھ کر لٹکا دی اور بولی۔

"لو بیٹی - میرا کام ختم ہوا اب تم جانو۔"

مریم نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ حویلی کی سب سے اوپر والی منزل پر تھی۔ ایک بار تو مریم کا دل کانپ اُٹھا کہ اگر اترتے ہوئے رسّی اسکے ہاتھ سے نکل گئی تو ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی مگر پھر اس نے فیصلہ کیا کہ چاہے وہ گر کر مر ہی کیوں نہ جائے۔ فرار ہونے کی کوشش ضرور کرے گی۔ اس نے پھپھے کٹنی کنیز کو خدا حافظ کہا اور رسّی پکڑ کر نیچے اترنے لگی۔

پھپھے کٹنی کا بھانجا اس کا منتظر تھا۔ وہ سامنے درختوں میں دو گھوڑے لئے چھپا ہوا تھا۔ مریم نیچے آئی تو وہ درختوں میں سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ اور بولا۔

"مریم بہن - میں بوڑھی کنیز کا بھانجا ہوں۔ گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں سے جلد از جلد نکل چلو۔ کسی نے دیکھ لیا تو مارے جائیں گے۔ میں تمہیں دہلی پہنچا دوں گا۔"

بھانجا سراسر جھوٹ بول رہا تھا۔ خالہ بھانجے نے مل کر مریم کو اپنی خوفناک سازش کا نشانہ بنا لیا تھا۔ مگر بھلا مریم اس بات سے کیسے آگاہ ہو سکتی تھی۔ وہ تو ان خالہ بھانجے کو رحمت کے فرشتے سمجھ رہی تھی۔ حالانکہ وہ پکے شیطان تھے۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ تازہ دم گھوڑے کچی سڑک پر دھول اڑاتے بھاگنے لگے۔

رات کے آخری پہر میں وہ شہر سے باہر نکل آئے اس وقت وہ موجودہ باغبان پورہ سے آگے نکل چکے تھے۔ اس زمانے میں باغبان پورہ میں آبادی کی جگہ کھیت ہوتے تھے۔ اصل شہر لاہور تو بہت چھوٹا تھا اور آبادی بھی بہت کم تھی۔

بھانجے نے کھیتوں میں ایک جگہ گھوڑا روکا اور بولا۔

"میرا خیال ہے کچھ دیر آرام کرلیں پھر سفر کریں گے۔"

مریم گھوڑے سے اُتر آئی اس نے کہا۔

"بھائی۔ ہم کب تک دہلی پہنچ جائیں گے۔"

بھانجے کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوگئی اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"کون سا بھائی اور کون سی دہلی ـــ اے لڑکی سن

لے۔ میں نے تجھے اپنی خالہ سے چھ سو اشرفیوں کے عوض خریدا ہے۔ اب تو میری غلام ہے اور تجھے فروخت کرکے دولت کماؤں گا۔"

مریم کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ جسم سُن ہوکر رہ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بھانجے کو گھورے جارہی تھی۔ وہ ایک بار پھر بیچ دی گئی تھی۔ کوئی نہیں تھا جو اسے بہن، بیٹی کہہ کر پکارتا۔ سب سوداگر تھے اور اسے کسی جانور کی طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بیچے جارہے تھے۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

○

○ مریم کے ساتھ کیا بیتی؟
○ کیا عقرب جادوگر تاریک قبر سے نکل سکا؟
○ ماریا کے بال دوبارہ کٹ سکے؟
○ ناگ کی محمود غزنوی اور البوریحان البیرونی سے ملاقات ہوئی؟
○ عنبر کو بحری جہاز میں کیا واقعات پیش آئے؟
○ ناگ، عنبر اور ماریا کی ملاقات کیسے اور کن حالات میں ہوئی؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو اسی سیریز کے اگلے ناول میں ملیں گے جس کا نام ہے۔

"عنبر لاہور میں" شائع ہو چکا ہے۔ آج ہی قریبی بک سٹال سے خریدیے یا ہمیں لکھیے۔

◉

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ناگ ماریا

موت کے تعاقب کی

۵ ہزار سالہ سفر کی پر اسرار اور سنسنی خیز داست

مصنّف : اے حمید

۱۔ لاش کی ملاقات ۵/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا ۵/-
۳۔ سمندر کی چڑیل ۵/-
۴۔ پُراسرار غار کی مورتی ۵/-
۵۔ ناگ لندن میں ۵/-
۶۔ تابوت میں سانپ ۵/-
۷۔ موت کا دریا ۵/-
۸۔ سانپ کا انتقام ۵/-
۹۔ سانپ کی آواز ۵/-
۱۰۔ ناگ کا قتل ۵/-
۱۱۔ شاہ بلوط کا خزانہ ۵/-
۱۲۔ پتھر کا ہاتھ ۵/-
۱۳۔ طوفانی سمندر کا بھوت ۵/-
۱۴۔ ڈائنا سورس کا جزیرہ ۵/-
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ ۵/-
۱۶۔ انسانی پل ۵/-
۱۷۔ سانپوں کا جنگل ۵/-
۱۸۔ ماریا اور بن مانس ۵/-
۱۹۔ قبر نما انسان ۵/-
۲۰۔ لکشمی دیوی کا انتقام ۵/-
۲۱۔ ناگ اور جادوئی ترشول ۵/-
۲۲۔ ناگ عنبر مقابلہ ۵/-
۲۳۔ لاش کی چیخ
۲۴۔ آسیب کی رات
۲۵۔ خوفناک سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر)
۲۶۔ عنبر پھانسی کی کوٹھری میں
۲۷۔ ماریا اور جادوگر سانپ
۲۸۔ نقلی ناگ کی سازش
۲۹۔ بابل کی بدروحیں
۳۰۔ قبر کی دُلہن (خاص نمبر)
۳۱۔ آدھا گھوڑا آدھا انسان
۳۲۔ ناگ ناگن مقابلہ
۳۳۔ ایک آنکھ والی عورت
۳۴۔ مُردوں کی شہزادی
۳۵۔ سانپوں کا دربار
۳۶۔ قبر اور ڈھانچہ
۳۷۔ عقرب دیوتا کا پجاری
۳۸۔ کٹا ہوا زندہ ہاتھ
۳۹۔ عنبر لاہور میں
۴۰۔ چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر)
۴۱۔ مُردہ ہونٹ اور ماریا
۴۲۔ رات کا کالا کفن
۴۳۔ کھنڈرات کی بدروحیں
۴۴۔ ناگ غائب ہوگیا

پتا مکتبہ اقرأ ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور